مقدر پر نہ کر شکوہ تدبر آزماتا جا

نہ ڈر منزل کی دوری سے قدم آگے بڑھاتا جا

مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

کے ابتدائی ارکان کے لئے

تربیتی نصاب

برائے متفق

ادارہ تخلیقات طلبہ پاکستان

ہم کون ہیں؟

عزیز طلبہ کرام! ہماری دو نسبتیں ہیں جو ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں ہیں۔

ہماری ایک نسبت یہ ہے کہ ہم وطن عزیز پاکستان کے باسی ہیں۔ اور یہ عظیم خطہ 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آیا، لاکھوں کی تعداد میں ہمارے آباؤ اجداد، عزیز واقارب، والدین اور ماؤں بہنوں نے قربانیاں دیں، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، مسلمان ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں پامال کی گئیں، کتنے ہی شیر خوار بچوں کو ماؤں نے خود موت کے منہ میں دے دیا تاکہ ہم ہجرت کر کے اپنے وطن پہنچ سکیں، کتنی ہی بیٹیوں نے اس وجہ سے خودکشیاں کر لیں کہ ہماری عزت بچ جائے۔ سوال یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی قربانی کیوں دی گئی؟ کیا یہ قربانی اس لیے دی گئی تھی کہ پاکستان میں ہمیں کھانے کے لیے روٹی اچھی ملے گی؟ پہننے کے لیے لباس اچھا ملے گا؟ رہائش کے لیے گھر اچھا ملے گا؟ یا یہ مقصد تھا کہ وہاں کاروبار کے بہت زیادہ مواقع ہوں اور ہم خوب پیسہ کما کر مالی اعتبار سے بلند و بالا ہو جائیں گے؟

ایک کم عقل و شعور والے پاکستانی سے بھی پوچھا جائے کہ کیا پاکستان روٹی، مکان اور کپڑے کے لیے حاصل کیا گیا تھا؟ وہ بھی فی البدیہ کہے گا کہ نہیں، بالکل بھی نہیں، پاکستان کے حصول کے یہ مقاصد بالکل بھی نہیں تھے۔ یہ تمام چیزیں تو آج بھی ہندوستان کے مسلمانوں کو ہم سے زیادہ مہیا ہیں، وہ ہم سے بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ یہ سارا کچھ کیوں ہوا؟ اتنی بڑی قربانی کیوں دی گئی؟ یہ وہ انتہائی آسان سوال ہے جس کا جواب پاکستانی قوم کا بچہ بچہ جانتا ہے، جب بھی سوال کیا جاتا ہے کہ "پاکستان کا مطلب کیا" تو بچہ بچہ پکار اٹھتا ہے "لا الہ الا اللہ"۔

اس نعرے سے پتہ چلتا ہے پاکستان کے حصول کا مقصد بہت عظیم تھا۔ بانیان پاکستان نے ایک ایسی عظیم ریاست کا خواب دیکھا تھا کہ جو بے راہ روی سے پاک ہو، امن و سلامتی کا گہوارہ ہو، کرپشن اور لوٹ مار دور دور تک اس میں دکھائی نہ دے، بدامنی اور بدعنوانی کے ناسور سے کوسوں دور ہو، اور یہ ریاست اس عظیم ریاست کا عملی نمونہ ہو جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ریاست مدینہ" کے نام سے قائم کی تھی، جس میں عدل و انصاف عام تھا، جو تمام قوموں اور طبقات کے حقوق کی محافظ تھی، جس کا نظام چلانے والے خلفاء (حکمران) کمزوروں اور ضعیفوں کے خادم تھے، اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو ان کے تابع کر دیا تھا۔۔۔۔ جی ہاں وطن عزیز پاکستان اس عظیم ریاست کو آئیڈیل بنانا چاہتا تھا جس کا خلیفہ کہا کرتا تھا کہ میری ریاست میں اگر ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے سوال کیا جائے گا۔۔۔

آج اس وطن عزیز میں حیوان اور بے زبان جانور تو کیا ہمارے مسلمان بہن بھائی بھوک کے خوف اور تنگدستی و لاچاری کی وجہ سے خود اپنے گلے کاٹ رہے ہیں، اپنے ہاتھوں سے اپنے معصوم بچے کو موت کی نیند سلا رہے ہیں، ہاں آج یہ وہی ریاست ہے جہاں انصاف ملنا ناممکن ہو گیا ہے، جہاں اشرافیہ کی ہر جگہ سنی جاتی ہے جب کہ کمزور اور ناتواں انصاف کے لیے

دھکے کھاتے پھرتے ہیں، یہاں کرپشن اور لوٹ مار کھلے میدان اور اعلانیہ کی جا رہی ہے۔۔۔ایسے میں ذرا سوچیے! ہماری زمہ داریاں کیا ہیں؟

ہم نوجوان اور سٹوڈنٹس طبقہ مستقبل کا پاکستان ہیں، مستقبل کا معاشرہ ہم ہیں، مستقبل کی نسل ہمارے ذریعے پروان چھڑے گی، مستقبل کی بیوروکریسی اور سیاست دان ہم ہیں، تو پھر کیوں نہ ہم خود کو، آج کے نوجوان اور دینی و عصری طلبہ کو سنوارنے کا بارِ گراں اپنے کندھوں پر اٹھا کر تعمیری معاشرہ تشکیل دینے کے لیے جدوجہد کا آغاز کریں، آج کے نوجوان کو بے راہ روی سے نکال کر اس کی درست سمت رہنمائی کریں اور اسے یہ سمھائیں کہ یہ پاکستان کے جو مخصوص چہرے نظر آرہے ہیں یہ بھی انہیں تعلیمی اداروں سے گزر کر ان عہدوں تک پہنچے ہیں تو میں اور آپ وطن عزیز کی بقا، استحکام اور مستقبل کے لیے خود کو محب وطن پاکستانی بنا کر اور تیار کر کے کیوں نہیں یہاں تک پہنچتے تاکہ وطن عزیز کو درپیش چیلنجوں سے نکالنے میں کردار ادا کر سکیں۔

ہماری دوسری نسبت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم سب حضرت محمد ﷺ کے امتی ہیں، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آئیڈیل اور نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ہمیں آپ کی تعلیمات کو اپنا کر زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا۔

اگر ہم چاہیں تو ہمیں بطور مثال اور نمونہ کے وہ مقدس جماعت مل سکتی ہے جن پر نبی آخرالزماں ﷺ نے محنت فرمائی اور ان کی تربیت کی، آپ کی محنت کا نتیجہ تھا کہ جس قوم پر کوئی حکومت کرنے کو تیار نہیں تھا، جو لوگ ایک دوسرے کی کھوپڑیوں میں شراب پینا فخر سمجھتے تھے، ناحق قتل وقتال ان کا پسندیدہ کھیل تھا، ننگے ہونے کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے تھے، زنا ان میں عام تھا، صنف نازک کو گھر کی نوکرانی سے بھی کم تر سمجھتا جاتا تھا۔۔۔وہی قوم ایک دوسرے کی مسیحا بن گئی، جو جان لینے والے تھے وہ دوسروں کے لیے جان دینے والے بن گئے، بتوں کے سامنے جھکنے والے ایک خالق کے سامنے سربسجود ہو گئے، ابتر زندگی گزارنے والے لوگوں کے لیے آئیڈیل بن گئے۔رسول اللہ ﷺ کی محنت و تربیت نے ان کو ایسا سنوارا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان سے اپنی رضا کا اعلان فرما کر انہیں "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا سرٹیفکیٹ دے دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بعد والوں کے معیار بنا دیا، نہ صرف یہ کہ ان کے ایمان واعمال کی تصدیق فرمائی بل کہ ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی بھی قسمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کھائیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لیے کہ وہ پکے سچے مسلمان بن گئے تھے۔انہوں نے جب نبی اکرم ﷺ کی ہاتھ پر بیعت اسلام کی تو پھر ان کی خواہشات رسول اللہ ﷺ کی خواہشات کے تابع ہو گئیں، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، معاشرت وتجارت، الغرض! ان کے ہر ہر عمل میں نبی آخرالزماں ﷺ کی سیرت مطہرہ کی جھلک نظر آنے لگی۔ انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول کریم ﷺ کے فرامین کے ایسے فرماں بردار بنا لیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو

ان کے حکم کا پابند بنا دیا۔ وہ پھر زمین پر درہ مارتے تو زلزلے رک جاتے تھے۔ دریا کو خط لکھتے تو وہ جاری ہو جاتا تھا۔ سیکڑوں میل دور سے آواز لگاتے تو ہوا ان کی آواز کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی تھی۔ درندوں سے خطاب کرتے تو وہ بھی راستے چھوڑ دیتے تھے۔ پانی میں گھوڑے اتارتے تو وہ بھی ان کے لیے پتھریلی زمین کی مانند بن جاتا تھا۔ میدان کارزار میں اترتے تو کامیابی اور فتح کے جھنڈے گاڑ کے آتے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی بحیثیت مسلمان خود کو ایسا بنانے کی کوشش کریں۔ ہمارا ایمان ایسا ہونا چاہیے جو اللہ اور رسول کو مطلوب ہے۔ ہمارے عمل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی خوشبو آئے۔ ہم اصحاب و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو ایسا آئیڈیل بنائیں کہ خود کو ان میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اپنے سیرت و کردار کو ان کے سیرت و کردار جیسا بنانے کی کوشش کریں۔ یعنی ہم سب ایسے مسلمان بن جائیں کہ اللہ اور رسول ہم سے راضی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو۔

سب سے پہلے ایمان کی پختگی کی محنت ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے عقائد و نظریات اسلام کے مطابق ہونے چاہئیں۔ جب عقائد و نظریات درست ہو جائیں تو پھر ہمیں اپنے اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمال کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق بنانے کی عملی جدوجہد کرنی چاہیے۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے اندر کون کون سے آداب ہونے چاہیے ہمیں وہ بھی سیکھنے چاہیے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مربی و محسن ہیں لہٰذا ان کی زندگی بھی ہمارے سامنے ہونی چاہیے۔ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو لے کر قریہ قریہ بستی بستی گئے ان صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہمارے کیا نظریات ہونے چاہیے ہمیں یہ بھی معلومات ہو، تاکہ ہم جان سکیں کہ انہوں نے اس دین مبین کے لیے طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں اور ہم تک پیغام الٰہی اور دین محمدی پہنچانے کا حق ادا کیا۔

یہ تمام چیزیں سیکھنے اور سمجھنے کے لیے زیر نظر کتاب "تربیتی نصاب" میں ترتیب کے ساتھ انتہائی مختصر انداز میں وہ تمام چیزیں آپ کو ملیں گی جو آپ کو ایک سچا اور پکا مسلمان بنانے کے لیے مدد و معاون ہوں گی، ہمیں چاہیے کہ ہم ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں اور پھر اپنی زندگی کو انہیں کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عقائد کا بیان

’’عقائد‘‘ عقیدہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں ’’مضبوط بندھی ہوئی گرہ‘‘ اور شریعت کی اصطلاح میں ’’مؤمن ہونے کے لیے دل سے جن باتوں کی تصدیق کرنا ضروری ہے ان کو عقائد‘‘ کہا جاتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے ان عقائد اور ضروریات دین (وہ تمام دینی امور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہوں) میں جو جو چیزیں شامل ہیں ان سب کو دل سے ماننا ضروری ہے، لیکن اسلام سے نکلنے کے لیے سب عقائد کا انکار ضروری نہیں بلکہ ایک عقیدے یا دین کی کسی ایک ضروری بات کا انکار بھی اسلام سے خارج کردے گا۔ ضروریات دین جیسے: اللہ کا وحدہ لاشریک ہونا، انبیاء کو برحق ماننا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننا، حشر ونشر اور جزاء وسزا وغیرہ، اسی طرح نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی فرضیت اور زنا، قتل اور چوری وغیرہ کی ممناعت وغیرہ۔

عقائد متعلقہ ذات وصفات باری تعالیٰ

۞ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات اور صفات کے ساتھ موجود ہے اور باقی تمام اشیاء اسی کی پیدا کردہ ہیں اور عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کو خدا اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے اس کی ہستی خود اسی سے ہے۔ اس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی باقی سب کچھ فانی ہے اور ختم ہونے والا ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں۔ نہ اس کی ذات میں اور نہ ہی عبادت میں۔ اس لیے کہ شرکت عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے نیز شریک کی ضرورت تب ہوتی ہے جب وہ کافی اور مستقل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نظام عالم کے لیے کافی بھی ہے اور مستقل بھی ہے۔

۞ وہ زندہ ہے، ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں سب کچھ دیکھتا ہے، سب کچھ سنتا ہے اور کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، قرآن وحدیث میں جہاں اللہ کے اجزاء کا ذکر آیا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، پنڈلی وغیرہ یہ سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح وہ جہت، زمانہ اور جگہ سے بھی پاک ہے۔

۞ حق تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں۔ نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اس کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کو کوئی پیدا کرنے والا ہے وہ تنِ تنہا ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے۔اور نہ اس میں کوئی چیز حلول (ایک چیز کا دوسری میں اس طرح گھس جانا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو) کرتی ہے اور نہ وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔

۞ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر تمام امت متفق ہے۔قرآن کریم میں اس کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔قرآن کلامِ خداوندی ہے اور صفت خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات میں قدیم ہے۔

عقائد متعلقہ نبوت ورسالت

۞ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے برگزیدہ بندے ہیں تاکہ مخلوق کو خالق کی طرف بلائیں اور گمراہی سے سیدھے راستے پر لائیں۔جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے اور جو انکار کرے اس کے لیے جہنم کے عذاب کی وعید ہے۔

۞ نبوت ورسالت تحفہ خداوندی اور عطیہ الٰہی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے تاج نبوت سے سرفراز فرما کر نبی اور رسول بنا دیتا ہے۔یہ کوئی اکتسابی چیز نہیں جو محنت، ریاضت، قابلیت اور مجاہدے سے حاصل ہوسکے۔

۞ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پاک اور برگزیدہ بندے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام گناہوں سے دور رکھا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت اور طہارت کا عقیدہ ایمان کا جز ہے۔اگر انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت کا حکم نہ دیتا اور نہ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا۔

۞ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی صحابی ہو، ولی ہو یا امام وہ معصوم نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ صفت انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اسی طرح آپ پر عصمت بھی ختم ہوگئی۔اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی معصوم نہیں۔

۞ انبیاء کرام علیہم السلام حق تعالیٰ کے امین ہوتے ہیں۔وہ احکام خداوندی پہنچانے میں ذرہ برابر نہ تو کمی کرتے ہیں اور نہ کافروں سے ڈر کر تقیہ (حق کو چھپانا) کرتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

۞ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا مگر انبیاء پر ایمان نہ لانا نا مقبول اور معتبر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان تفریق کرے کہ خدا پر تو ایمان لائے اور اس کی توحید کا قائل ہو مگر رسول کی رسالت کو نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔(تفصیل کے لیے سورہ نساء کی آیت 150 / 151 دیکھیے۔)

۞ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی ورسل بھیجے ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔کسی ایک نبی ورسول کا انکار تمام انبیاء ورسل کا انکار ہے۔یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر نبی ورسول مبعوث فرمائے ہم سب کو مانتے ہیں اور سب پر ایمان رکھتے

ہیں۔

❁ پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تا قیامت کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ختم نبوت کا تاج آپ کو عطا فرما دیا گیا اب تا صبحِ قیامت آپ ہی کی نبوت ورسالت چلے گی۔شریعت کی اصطلاح میں اس کو عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔

❁ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔مسلمان ہونے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ماننے کے ساتھ ساتھ ''خاتم النبیین'' ماننا اور اسی طرح جن لوگوں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی طرح نبوت کا دعوی کیا ان کو دجال اور کافر سمجھنا بھی ضروری ہے۔

❁ انبیاء کرام علیہم السلام کی سچائی بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر ایسی نئی نئی اور مشکل مشکل چیزیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے،ان کو ''معجزات'' کہا جاتا ہے۔معجزہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ نبی کا ذاتی کمال نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

❁ انبیاء میں بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے۔سب سے زیادہ مقام ومرتبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور آپ تمام انسانیت میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔

❁ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ کو منظور ہوا پہنچایا اور پھر مکہ پہنچا دیا اس کو معراج کہتے ہیں۔

عقائد متعلقہ ملائکہ کرام

❁ فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور نورانی مخلوق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا فرمایا اسی طرح فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا۔اور یہ نور جس سے فرشتوں کی تخلیق ہوئی مٹی،ہوا، پانی اور آگ کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے نہ کہ اللہ کی صفتِ نور۔

❁ فرشتے کھانے پینے اور پہننے اور خواہشات سے پاک ہیں۔انبیاء پر پیغام الٰہی انہیں کے ذریعے نازل ہوتے رہے۔

❁ فرشتے ہر وقت اللہ کی عبادت اور تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔

❁ فرشتوں کی درست تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ان میں چار فرشتے بڑے اور بہت مشہور ہیں: حضرت جبرئیل،حضرت میکائیل،حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام

عقائد متعلقہ کتب مُنَزَّلہ

۞ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر جو صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں وہ سب برحق ہیں اوران پر ایمان لانا فرض ہے۔ان کتب اور صحیفوں کی تعداد تقریباً ایک سو چار ہے جن میں سے دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ چار بڑی کتابیں ہیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن جو بالترتیب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں۔

نوٹ: یہ یادرکھنا چاہیے کہ موجودہ زمانے میں یہود ونصاریٰ کے پاس کے جو تورات اور انجیل ہیں ان پر ایمان لانا ہم پر لازم نہیں کیونکہ یہ کتابیں اب اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہیں بلکہ ان میں ردو بدل کر دی گئی ہے۔ہم صرف اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو تورات وانجیل اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں وہ حق تھیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

۞ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لی ہے۔جو اس میں ذراسی بھی شک کرے وہ مسلمان نہیں۔قرآن کریم کے نزول کے بعد سابقہ تمام کتابیں اور صحیفے منسوخ ہو گئے۔

عقائد متعلقہ بامور آخرت

۞ تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آخرت پر ایمان لانا فرض ہے۔قرآن کریم میں جن تین عقیدوں کا بار بار اظہار واعلان کیا گیا ان میں ایک آخرت بھی ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کو روز آخرت سے آگاہ کیا اور یہ باور کرایا کہ جس طرح اس عالَم کی ابتداء ہے اسی طرح اس کی انتہا بھی ہے۔مرنے کے بعد تمام مخلوق زندہ ہو گی اور انہیں دنیا میں کیے کی جزا وسزا ملے گی۔

۞ قبر میں مومنوں اور کافروں سے مُنکَرْ نکِیر کا سوال کرنا حق ہے۔قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں جس میں جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد عالم برزخ ہے جو عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ایک عالم ہے۔

۞ قبر میں مسلمان مردوں کو زندہ مسلمانوں کی دعاؤں اور صدقات وخیرات سے نفع پہنچتا ہے اور ان کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔

۞ پل صراط حق ہے۔اس کو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے۔مومن اس پل کو عبور کر کے جنت میں جائیں گے اور کافر پھسل پھسل کر جہنم میں گریں گے۔

❁ جنت اور جہنم حق ہیں۔ جنت مومنین کی راحت وآرام کے لیے اور جہنم کافروں کے عذاب کے لیے تیار کی گئی ہے۔ دونوں ہی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہمیشہ باقی رہیں گی فنا نہیں ہوں گی۔

❁ حوض کوثر حق اور سچ ہے اور اہل ایمان کا قیامت کے دن اس حوض سے پانی پینا حق ہے۔

❁ قیامت کے دن شفاعت حق ہے۔ شفاعت دو طرح کی ہوگی ایک پوری انسانیت کے لیے، یہ شفاعت حساب وکتاب شروع کرنے کی ہوگی۔ دوسری شفاعت ہمارے نبی ﷺ اپنی امت کے ایمان والوں کے لیے فرمائیں گے۔

❁ آخرت میں اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو بے جہت اور بے مثل دیکھنا حق ہے اور اس کی رؤیت اور دیدار پر ہمارا ایمان ہے۔

عقائد متعلقہ صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

❁ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں میں انبیاء کرام کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور مرتبہ ہے۔ انبیاء کے بعد حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور افضل، مقبول ومحبوب گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے اور وہ بلاشبہ مومن کامل اور صحیح الاسلام تھے۔ معاذ اللہ وہ منافق نہ تھے جیسا کہ ایک رذیل وزندیق گروہ کہتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ ان کے ایمان اور اخلاص کی شہادت سے بھرے پڑے ہیں۔

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض کفر اور منافقت ہے اور فاسق وفاجر ہونے کی علامت ہے۔ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور قیامت تک کوئی بھی ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

❁ نبوت کی طرح صحابیت بھی وہبی یعنی اللہ کی عطا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اس مرتبے پر فائز فرما دیتا ہے، کوئی بھی شخص عبادت، ریاضت اور محنت سے صحابی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کسی صحابی کے مرتبے کو پہنچ سکتا ہے۔

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحی الٰہی اور حضور پرنور ﷺ کی نبوت کے عینی گواہ ہیں، اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درمیان سے نکال دیا جائے یا ان پر اعتماد نہ کیا جائے تو ہم نہ تو قرآن کریم کو اللہ کی کتاب ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ذات کا تصور پیش کر سکتے ہیں۔

❁ تمام اہل حق کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں افضل اور بہتر، بزرگ وبرتر خاتم الانبیاء وخاتم المعصومین ﷺ کے بعد امام برحق اور خلیفہ بلا فصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ ہے۔

❁ چاروں خلفاء کا افضل ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں، اگر بالفرض ان کے علاوہ کوئی دوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہو جاتے تو بھی یہ چاروں حضرات افضلِ امت مانے جاتے۔

✿ خلفائے راشدین کے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ ہے جن کو ایک ہی مجلس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی جو عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ اور وہ چار خلفاء راشدین اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

✿ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں۔ یہ سب خدا اور رسول کی برگزیدہ اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔

✿ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرآن کریم میں پاک دامنی بیان ہونے کے بعد ان کے بارے برا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

✿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین بیٹے تھے: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تینوں بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ اور چار بیٹیاں تھیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جن کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان میں سب سے افضل اور صاحب فضائل ہیں اور جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

✿ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار نواسے تھے۔ حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ ان چاروں نواسوں میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور یہ دونوں شہزادے جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

✿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کو بغیر ضرورت کے بیان کرنا یا ان کے کسی جھگڑے میں فیصل بننا حرام ہے۔ ہمیں دونوں فریقوں سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور دونوں کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے۔ جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہیں گے بلکہ دونوں پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے۔

نوٹ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کسی نے سوال کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کے بارے آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے زمانے میں ہمیں پیدا نہ فرما کر ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا اب ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھیں۔

✿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب معتبر اور عادل ہیں۔ ان کی تمام روایات قبول ہیں۔ محدثین نے روایات کے دیگر راویوں کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال کی چھان بین نہیں کی کیونکہ ان کی مدح وثنا قرآن کریم نے خود کی ہے۔

✿ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض ہے یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

۞ تمام اہل بیت نبوی (ازواج مطہرات اور آپ کی آل اولاد اور آپ کے خاندان کے افراد) کی محبت اور عظمت واحترام عین ایمان واسلام ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت کے چراغ اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سفینہ نوح ہیں۔نجات اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لیے دونوں سے محبت اور دونوں کی اتباع واقتدا ضروری ہے۔

۞۞۞

اسلام کی بنیاد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے:

(۱)کلمہ (۲)نماز (۳)زکوٰۃ (۴)حج (۵)روزہ

کلمے کا تعلق ایمانیات (عقائد) سے ہے اور ایمانیات، اعمال وعبادات سے مقدم ہیں، اس لیے سب سے پہلے ہم نے ایمانیات یعنی عقائد کو ذکر کیا ہے۔ جب کہ نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کا تعلق عبادات سے ہے، اس لیے آنے والی سطور میں عبادات کی ادائیگی کا طریقہ کار، شرائط اور مسائل واحکام کو ذکر کیا جائے گا۔

انسان کی تخلیق عبادات کے لیے ہوئی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنَ“ ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے“ ام العبادات اور افضل العبادات نماز ہے، اوپر مذکور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید ورسالت کی گواہی کے بعد ارکان میں سب سے پہلے نماز کو بیان فرمایا ہے اور قرآن کریم میں بے شمار آیات میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔نماز کی ادائیگی کے لیے کچھ شرائط ہیں، جن کو نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، ان میں سب سے بڑی شرط طہارت (پاکی حاصل کرنا) ہے۔لہذا ہم نماز کی شرائط وفرائض اور مسائل سے قبل طہارت (وضو اور غسل کے مسائل) کو بیان کریں گے۔

طہارت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهِ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (البقرہ: ۲۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاکی کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا۔

طہارت کا لغوی معنیٰ ”پاکی“ ہے۔اور طہارت کا اصطلاحی معنیٰ ہے ”بدن، کپڑوں یا جگہ سے نجاست (گندگی) کو دور کرنا۔“

نجاست کی قسمیں:

نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱) نجاست حقیقیہ (۲) نجاست حکمیہ

نجاست حقیقیہ: وہ گندگی ہے جو دیکھنے میں آتی ہو اور اگر جگہ، کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو شریعت نے اسے دھونے کا حکم دیا ہو۔

نجاست حکمیہ: وہ حالت جس میں شریعت نے مسلمان کو وضو یا غسل کرنے کا حکم دیا ہو، اسے حدث بھی کہتے ہیں۔

حدث کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) حدث اصغر (۲) حدث اکبر

حدث اصغر: جب مسلمان بے وضو ہو اسے حدث اصغر کہتے ہیں۔

حدث اکبر: جب مسلمان پر غسل کرنا لازم ہو جائے اسے حدث اکبر کہتے ہیں۔

نجاست حکمیہ سے پاکی پانی یا پانی نہ ہونے کی صورت میں ''تیمم'' سے حاصل ہوتی ہے۔

وضو کا بیان

وضو کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ'' (سورہ نساء)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھولو، اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت (دھولیا کرو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ، پاؤں روشن اور چمک رہے ہوں گے۔'' (صحیح مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے جسم سے تمام گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

وضو کے فرائض چار ہیں:

(۱) ایک مرتبہ پورے چہرے کو دھونا۔ (۲) ایک مرتبہ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) ایک مرتبہ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

نوٹ: ان میں سے ایک بھی رہ گیا یا کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا۔

وضو کا مسنون طریقہ:

وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو کرتے وقت قبلہ منہ ہو کر کسی اونچی جگہ بیٹھے تا کہ چھینٹے اوپر نہ پڑیں، وضو شروع کرتے وقت ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر تین بار کلی کرے اور مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو اچھی طرح صاف کر لے، اگر روزہ دار نہ ہو تو غرارہ کر لے تا کہ پانی سارے منہ میں پہنچ جائے، اور اگر روزہ ہو تو غرارہ نہ کرے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک کو اچھی طرح صاف کرے، لیکن روزہ دار نرم حصے سے اوپر پانی نہ لے کر جائے، پھر تین بار منہ اس طرح دھوئے کہ پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اچھی طرح پانی بہہ جائے۔ آنکھوں کے اردگرد بھی انگلی پھیر لے تا کہ ابروؤں کے نیچے جگہ خشک نہ رہ جائے۔ پھر تین بار کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ تین بار دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے اور اگر ہاتھ میں انگوٹھی، چھلا یا گھڑی وغیرہ پہنی ہو تو اس کو ہلا لے تا کہ کہیں جگہ خشک نہ رہ جائے۔ پھر ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے، پھر کان کا مسح اس طرح کرے کہ کان کے اندر کا مسح شہادت کی انگلی سے اور کان کے اوپر کا انگوٹھوں سے کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے لیکن گلے کا مسح نہ کرے۔ پھر تین بار پہلے دایاں اور پھر بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔

وضو کے درمیان کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی وَبَارِکْ لِی فِی رِزْقِی

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہ فرما دے، اور میرے گھر میں وسعت عطا فرما دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما دے۔

وضو کے بعد کی دعا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والا اور پاک لوگوں میں سے بنا دیجیے۔

نواقض وضو

وہ چیزیں جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان کو 'نواقض وضو' کہتے ہیں اور وہ آٹھ ہیں۔

(۱) پاخانہ یا پیشاب کرنا۔　(۲) ریح (یعنی ہوا) کا نکلنا۔　(۳) جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ کا نکل کر بہہ جانا۔　(۴) لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سوجانا۔　(۵) بے ہوش ہوجانا۔

(۶) دیوانہ ہوجانا۔　(۷) نماز میں قہقہ لگا کر ہنسنا۔　(۸) منہ بھر کے قے ہونا۔

غسل کا بیان

غسل کے فرائض تین ہیں:

(۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔　(۲) ناک کے نرم حصہ تک پانی پہنچانا۔　(۳) پورے بدن پر پانی بہانا۔

غسل کا سنت طریقہ:

غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجا کرے، پھر بدن پر جہاں نجاست (گندگی) لگی ہو اسے دھوکر پاک کرے اور پھر مکمل وضو کرے۔ وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر تین مرتبہ اپنے دائیں کندھے پر اور پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر اس طرح پانی ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔ پہلی مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد بدن کو اچھی طرح مل لے تاکہ سارے جسم تک پہنچ جائے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ اور اگر جس جگہ غسل کیا ہے وہاں نیچے پانی کھڑا ہوتا ہے تو اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آکر پاؤں دھولے۔

مکروہات غسل:

چار چیزیں غسل میں مکروہ ہیں:

(۱) ننگے ہوکر نہانے میں قبلہ رخ ہونا۔　(۲) مسنون طریقے کے خلاف غسل کرنا۔

(۳) غسل میں ستر (ننگے ہونے کی حالت میں) کھلے ہوئے کسی سے بات کرنا۔

(۴) پانی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا یا ضرورت سے کم استعمال کرنا۔

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) احتلام ہوجانا (یعنی نیند کی حالت میں منی کا نکلنا)　(۲) بیداری کی حالت میں منی کا شہوت سے نکلنا۔

(۳) صحبت (ہمبستری) کرنا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ: جس پر غسل فرض ہو، وہ غسل سے قبل کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے ہاتھ منہ دھوئے اور کلی کرے، پھر کھائے پیے۔

مسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہوا ہے وہ غسل سے پہلے اگر روزے کے لیے سحری کرلے تو روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہوا ہے اس کے لیے قرآن کریم کو ہاتھ لگانا یا پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور دیگر ذکر و اذکار کر سکتا ہے۔

اہم وضاحت: پیشاب کی جگہ سے پیشاب کے علاوہ تین چیزیں نکلتی ہیں:

منی: وہ گاڑھا پانی جو ہمبستری کرتے وقت شہوت کے ساتھ کود کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس کے نکلنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

مَذِی: جو شہوت کے وقت شہوت کے بغیر نکلتی ہے اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے، اس میں کمی نہیں آتی، بلکہ مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل فرض نہیں ہوتا۔

وَدِی: سفید رنگ اور گدلے رنگ کا پانی ہوتا ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی پیشاب سے پہلے نکلتا ہے اور کبھی جماع یا غسل کے بعد بغیر شہوت کے نکلتا ہے۔ اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسنون غسل:

مذکورہ مواقع پر غسل کرنا مسنون ہے۔

(۱) جمعہ کے دن۔
(۲) عیدین کی نماز کے لیے۔
(۳) حج اور عمرہ کا احرام باندھتے وقت۔
(۴) میدان عرفات میں وقوف کرنے کے لیے۔

اذان واقامت کا بیان

اذان کا لغوی معنی ہے ”خبردار کرنا“ اور شریعت میں ان مخصوص الفاظ کو جن کے ذریعے سے نماز کے بارے مطلع/خبردار کیا جاتا ہے اذان کہتے ہیں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو نماز پڑھائے۔ (صحیح بخاری)

اذان کا طریقہ:

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا باوضو ہو کر لاؤڈ سپیکر پر یا کسی اونچی جگہ قبلہ رخ منہ کر کے کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے ان کلمات کو کہے ”اللّٰہ اکبر“ چار مرتبہ، پھر ’اشہد اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ دو مرتبہ کہے، پھر ”اَشھَدُ اَنَّ مُحمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہ“ دو مرتبہ کہے، پھر حَیَّ عَلٰی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الفَلَاح دو دو مرتبہ کہے اور دائیں بائیں چہرہ پھیرے، لیکن پاؤں اور سینے کو بالکل قبلے کی طرف رکھے، ان کو بائیں دائیں نہ پھرنے دے، پھر اللّٰہ اکبر دو مرتبہ کہے اور آخر میں ایک مرتبہ ”لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ“ کہے۔ اور فجر کی اذان میں ”حی علی الفلاح“ کے بعد دو مرتبہ ”اَلصَّلٰوۃ خَیرٌ مِّنَ النَّوم“ کہے۔

اقامت کا طریقہ:

باجماعت نماز سے پہلے جو کلمات کہے جاتے ہیں انہیں ’اقامت‘ کہا جاتا ہے۔

اقامت کے کلمات بھی وہی ہیں جو اذان کے ہیں، البتہ اقامت میں ”حَیَّ عَلَی الفَلَاحِ“ کے بعد دو مرتبہ ”قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ“ کہا جاتا ہے۔

اقامت کا طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ اذان لاؤڈ سپیکر پر، مسجد کی چھت پر یا مسجد سے باہر کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر کانوں کے سوراخ بند کر کے بلند آواز سے کہی جاتی ہے جبکہ اقامت مسجد کے اندر ہی آہستہ آواز میں کہی جاتی ہے اور اس میں کان بھی بند نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ کانوں کے سوراخ آواز بلند کرنے کے لیے بند کیے جاتے ہیں۔

اذان اور اقامت کا جواب:

اذان اور اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔ اذان اور اقامت کا جواب دیتے وقت وہی کلمات کہے جائیں گے جو اذان اور اقامت کے ہیں۔ البتہ ’’حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح‘‘ کے جواب میں ”لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ اور فجر کی

اذان میں ''اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' کے جواب میں ''صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ'' اور اقامت میں ''قد قامت الصلوۃ'' کے جواب میں ''اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا'' کہا جائے گا۔

اذان کے بعد کی دعا

اذان کے بعد درود پاک پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد

ترجمہ: اے اللہ! اس کامل پکار کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما (جو جنت کا ایک درجہ ہے)، اور ان کو فضیلت عطا فرما، اور ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا ہے۔

نمازوں کا بیان

نماز کی اہمیت:

❖ نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے بنیادی اور اہم ترین بنیاد اور اصل نماز ہے، اس رکن کی اہمیت، فضیلت اور اس کو بجالانے کی ترغیب اور فضائل بہت ساری قرآنی آیات، صحیح اور مستند احادیث میں وارد ہوئے ہیں، جن میں سے چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''پانچ نمازیں اور نماز جمعہ کی ادائیگی دوسرے جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کے لیے جو ان کے درمیان ہوتے ہیں، جب تک نہ چھایا جائے کبیرہ گناہوں پر، یعنی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔'' (سنن ترمذی)

❖ ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالی نے فرض کیا ہے جو شخص ان نمازوں کو غیر اہم نہیں سمجھے گا تو اس شخص سے اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' (سنن ابوداود)

❖ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: تم بتاؤ کہ جس کے دروازہ کے آگے پانی کی نہر چلتی ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں، میل بالکل باقی نہیں رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تو

سمجھو کہ) یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ تمام (صغیرہ) گناہوں کو ان نمازوں کے سبب سے اسی طرح مٹا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

نماز کے فرائض

نماز کے تیرہ فرائض ہیں: جن میں سات نماز کے باہر ہیں اور چھ نماز کے اندر ہیں۔

جو سات نماز سے باہر ہیں ان کو ''نماز کی شرائط'' کہتے ہیں۔ ان کا نماز شروع کرنے سے پہلے پورا کرنا ضروری ہے اور چھ وہ ہیں جو نماز کے اندر ہیں، ان کو ''نماز کے ارکان'' کہتے ہیں۔

نماز کی شرائط:

نماز کی سات شرائط ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) جسم کا پاک ہونا۔ (۲) جس لباس میں نماز پڑھنے لگا ہے اس لباس کا پاک ہونا۔

(۳) ستر کا چھپا ہوا ہونا (مرد کا ''ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے'' نماز میں اس کا چھپا ہوا ہونا ضروری ہے)

(۴) جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے اس جگہ کا پاک ہونا۔

(۵) منہ قبلے کی طرف ہونا۔ (۶) نماز کا وقت ہونا۔

(۷) نیت کرنا۔ (یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں)

نماز کے ارکان:

نماز کے چھ ارکان ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ (یعنی نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکبَر کہنا)

(۲) قیام کرنا (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سیدھے کھڑے ہونا)

(۳) قرآت کرنا (یعنی قرآن کریم پڑھنا) (۴) رکوع کرنا۔ (۵) دونوں سجدے کرنا۔

(۶) آخری قعدہ میں ''تَشَھُّد'' کی مقدار بیٹھنا۔ (آخری رکعت میں سلام پھیرنے سے پہلے اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں پوری ''التحیات'' پڑھی جا سکے)

نوٹ اگر ان میں ایک بھی شرط یا فرض رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔ لہذا ان تمام چیزوں کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

نماز کے واجبات:

وہ اعمال جن کا نماز میں ادا کرنا ضروری ہے ان کو ''واجباتِ نماز'' کہتے ہیں۔

فرض اور واجب میں فرق یہ ہے کہ اگر فرض رہ جائے تو ہر صورت میں نماز دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔ اور اگر واجب رہ جائے تو اس میں دو صورتیں ہیں: واجب اگر جان بوجھ کر چھوڑا ہے نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی، اور اگر واجب بھولے سے رہ گیا ہے تو ''سجدہ سہو'' ادا کرنے سے نماز ہو جائے گی، اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔

نماز کے واجبات چودہ ہیں:

(۱) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرآت کرنا۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی اور دوسری جبکہ واجب، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۳) فرض نمازوں کی پہلی اور دوسری رکعت میں جبکہ واجب، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا۔

(۴) سورہ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا۔

(۵) نماز کے ارکان میں ترتیب قائم رکھنا۔ (یعنی قرات، رکوع، سجدوں اور رکعات میں ترتیب قائم رکھنا)

(۶) قومہ یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہونا۔

(۷) جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

(۸) تعدیل ارکان یعنی نماز کے تمام ارکان (قیام، رکوع، سجود وغیرہ) کو اچھی طرح ادا کرنا۔

(۹) قعدہ اولیٰ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں ''التحیات'' پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں ''التحیات'' پڑھنا۔

(۱۱) امام کا فجر، مغرب، عشا، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان المبارک کے وتروں میں بلند آواز سے قرات کرنا اور ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ قرات کرنا۔

(۱۲) ''اَلسَّلَامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اللّٰہِ'' سے نماز ختم کرنا۔

(۱۳) وتر کی تیسری رکعت میں قرات کے بعد تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

(۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

نماز کی سنتیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کا کانوں کی لو تک اور عورتوں کا کندھے تک دونوں ہاتھ اٹھانا۔

(۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا اور انگلیوں کو اپنے حال پر کھلا چھوڑنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا۔

(۴) پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے ثنا (سبحٰنک اللّٰھم) پڑھنا۔

(۵) پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ (اعوذ باللہ) جبکہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

(۶) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۷) ہر رکعت میں امام اور منفرد کا سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

(۸) سنت کے مطابق قرأت کرنا۔　　　(۹) رکوع وسجود میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا۔

(۱۰) رکوع میں مردوں کا سر اور پیٹھ کو سیدھ میں برابر رکھنا اور کھلی ہوئی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔ عورتوں کا صرف اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۱۱) رکوع سے اٹھتے وقت امام کا ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' اور مقتدی کا ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہنا اور منفرد کا دونوں کہنا۔

(۱۲) ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جاتے ہوئے ''اللّٰہ اکبر'' کہنا۔

(۱۳) سجدے میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے پھر ہاتھ۔ پھر ناک اور پھر پیشانی زمین پر رکھنا اور اٹھتے وقت پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اور آخر میں گھٹنے اٹھانا۔

(۱۴) سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر قبلہ رخ رکھنا، دونوں ہاتھوں کے درمیان چہرہ رکھنا، اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا، کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا مردوں کے لیے سنت ہے جبکہ عورتوں کے لیے سنت یہ ہے کہ بالکل سمٹ کر سجدہ کریں۔

(۱۵) جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا کرنا کہ انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں اور عورتوں کو چاہیے کہ دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھیں۔

(۱۶) تشہد میں ''اشہد ان لا الہ الّا اللّٰہ'' پر شہادت کی انگلی اوپر اٹھا کر اشارہ کرنا۔

(۱۷) آخری قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا اور اس کے بعد دعا پڑھنا، اور پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

نوٹ: نماز میں ان سنتوں میں سے کوئی رہ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

مفسداتِ نماز:

یعنی وہ چیزیں جن کی وجہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

- نماز میں بولنا، چاہے جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے۔
- سلام کرنا یا کوئی اور لفظ کہہ دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ نماز میں قہقہہ (زور سے) لگا کر ہنسنا۔
- کسی اچھی خبر پر "اَلحَمدُلِلّٰہ" یا بری خبر پر "اِنَّالِلّٰہ" یا عجیب خبر پر "سُبحَانَ اللّٰہ" کہنا۔
- بیماری، درد یا رنج کی وجہ سے کراہنا (اف، آہ وغیرہ کہنا)
- نماز میں کھانا پینا۔
- قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا۔ قرآن کریم پڑھنے میں ایسی غلطی کرنا جس سے معنی بدل جائیں، جیسے: اَنعَمتَ کی جگہ اَنعَمتُ پڑھنا۔
- اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے کو نماز میں کوئی لفظ بتانا۔
- امام کا اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور کا لقمہ لینا۔
- سینے کا قبلے سے پھر جانا۔
- ایک رکن کی مقدار ستر کھل جانا۔
- نمازی کا دو صفوں کے برابر چلنا۔
- مقتدی کا امام سے آگے بڑھ جانا۔
- ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔
- نماز میں کوئی فرض چھوڑ دینا۔
- چھینکنے والے کو "یَرحَمُکَ اللّٰہ" کہنا
- امام کے علاوہ کسی اور کی دعا پر آمین کہنا۔

مکروہ اوقات:

تین اوقات ایسے ہیں جن میں کسی بھی قسم (فرض، واجب، سنت، نفل ادا یا قضا) کی نماز پڑھنا منع ہے۔

طلوع آفتاب: سورج نکلتے وقت اس کی روشنی تیز ہونے تک نماز پڑھنا منع ہے۔

زوال: سورج کے آسمان میں بالکل بیچ میں ہونے کے وقت یہاں تک کہ ڈھل جائے۔ (تقریباً بیس منٹ)

غروب آفتاب: سورج غروب ہونے سے تقریباً بیس منٹ پہلے، البتہ اگر اس دن کی عصر نہ پڑھی ہو تو وہ پڑھ سکتا ہے۔

ان تین اوقات کے علاوہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں صرف نفل پڑھنا مکروہ ہے البتہ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۱) صبح صادق کے بعد سے نماز فجر سے پہلے تک۔

(۲) نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب کے بعد تک، جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔

(۳) عصر کی نماز کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک۔ (فتاوی شامی)

جماعت کا بیان

- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاَقِیمُوا الصَّلَاۃَ وَاٰتُوا الزَّکَاۃَ وَارکَعُوا مَعَ الرَّاکِعِینَ (البقرہ:)

۞ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری)

۞ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص چالیس روز تک اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دو پروانے عطا فرماتے ہیں، ایک جہنم سے چھٹکارے کا اور دوسرا منافقت سے بری ہونے کا۔ (سنن ترمذی)

۞ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص آئے انہوں نے اپنے اندھے ہونے کا عذر پیش کیا اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت چاہی کیونکہ انہیں کوئی مسجد میں لے کر آنے والا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اذان سنتے ہو؟ انہوں عرض کی جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم نماز کی جماعت میں شریک ہوا کرو۔ (صحیح مسلم)

۞ جماعت کم از کم دو آدمیوں کے مل کر اس طرح نماز پڑھنے کو کہتے ہیں کہ ان میں ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی۔ البتہ جمعہ وعیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

۞ عاقل، بالغ اور آزاد مردوں کے لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کی تاکید واجب کے قریب ہے

۔

۞ باجماعت نماز میں مقتدیوں کا امام سے آگے کھڑا ہونا درست نہیں۔ امام سے آگے کھڑے ہونے والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی۔

۞ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو وہ امام کے ساتھ دائیں جانب کھڑا ہوگا اور دو یا زیادہ مقتدی امام کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک مقتدی تھا اور دوران جماعت اور آ گئے تو یہ بھی پیچھے ہٹ کر دوسرے مقتدیوں کے ساتھ ہو جائے، اس طرح پیچھے ہٹنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۞ باجماعت نماز میں صفوں کو سیدھا کرنا ضروری ہے اور صف کے درمیان خالی جگہ نہیں چھوڑنی چاہیے۔

۞ محلے کی مسجد میں اس کی اپنی جماعت سے پہلے یا بعد میں جماعت نہیں کرانی چاہیے۔

۞ کسی بدعت کے مرتکب یا اعلانیہ گناہ کبیرہ کرنے والے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے۔

۞ ہر اس شخص کو امام بنایا جا سکتا ہے جو نماز کے ضروری مسائل جانتا ہو اور بقدر فرض قرأت پر قادر ہو۔ بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھانے والا عالم یا اچھا قاری ہو۔

مسافر کی نماز کا بیان

۞ جو شخص اپنی بستی یا شہر سے ۴۸ میل یعنی تقریباً ۷۸ کلومیٹر کی مسافت کے ارادے سے سفر کے لیے نکلے تو واپسی تک وہ

شرعاً مسافر شمار ہوگا جب تک کسی جگہ ۱۵ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے۔

❁ شرعی مسافر کی نماز کا حکم یہ ہے کہ اس کو چار رکعات والی فرض نماز قصر کرنا ضروری ہے۔(یعنی دو رکعت پڑھے) سنتیں پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔البتہ اگر وقت ہو تو سنتیں پڑھ لینا زیادہ بہتر ہے۔وتر پڑھنا ضروری ہے اور فجر کی سنتوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

❁ وہ جگہ جہاں انسان پیدا ہوا ہو، یا وہاں اس نے شادی کی ہو اور اہل وعیال وہیں رہتے ہوں اور اس نے وہاں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا ہو یہ وطن اصلی کہلاتا ہے۔

❁ وہ جگہ جہاں انسان اپنے کاروبار/ ملازمت/تعلیم کے لیے لمبے عرصے تک مقیم رہے وہ اس کا مستقل وطن اقامت کہلاتا ہے۔

❁ ان دونوں جگہوں میں پہنچتے ہی انسان مقیم ہوجاتا ہے چاہے لمبے عرصے کے لیے جائے یا ایک لمحے کے لیے، یہاں پوری نماز پڑھے گا۔

❁ وہ جگہ جہاں مسافر پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن رہنے کی نیت کرلے تو وہ جگہ اس کے لیے عارضی وطن ہے جب تک کہ اس کو مستقل رہائش کے لیے اختیار نہ کرلے۔اس جگہ میں بھی جب تک رہے گا تو مقیم شمار ہوگا اور نماز پوری پڑھے گا۔

مسئلہ: مسافر مقتدی، مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے گا۔

مسئلہ: اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم مقتدی اپنی نماز مکمل کرے گا۔

مسئلہ: دوران سفر اگر وقت ہو تو فرائض میں قصر کے علاوہ سنتیں ادا کرے۔

نماز جمعہ کا بیان

نماز جمعہ: جمعہ کی نماز فرض ہے جو جمعہ کے دن ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے۔

نمازِ جمعہ کے لیے مسجد جلدی جانا چاہیے، جو شخص جتنا جلدی جائے گا اس کو اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا۔

جمعہ کے دن کی سنتیں:

❁ غسل کرنا۔ ❁ تیل لگانا۔ ❁ خوشبو لگانا۔ ❁ صاف ستھرا لباس پہننا۔

❁ مسجد جلدی جانا۔ ❁ مسجد پیدل جانا۔ ❁ سورہ کہف (پارہ پندرہ) کی تلاوت کرنا۔

❁ کثرت سے درود شریف پڑھنا۔

نماز جمعہ کی رکعات:

جمعہ کے فرض دو رکعت ہیں جو باجماعت پڑھیں جائیں گے۔جمعہ سے قبل امام دو خطبے دے گا اور اس کے بعد دو

رکعات نماز پڑھائے گا جن کو ''جمعہ کے فرض'' کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ چار رکعت فرضوں سے پہلے، چار رکعت ہی فرضوں کے بعد اور دو سنت اور نفل ادا کیے جائیں گے۔

مسئلہ: جمعہ میں خطبہ پڑھنا واجب ہے۔(ردالمحتار)

مسئلہ: جب امام خطبہ پڑھے تو اسے غور سے سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے،اس وقت نماز پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا، کسی کی بات کا جواب دینا، کسی کو بات کرنے سے روکنا اور قرآن کریم پڑھنا وغیرہ سب منع ہے۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی تمام کاموں کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا واجب ہے،اس وقت جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی اور کام کرنا، خرید وفروخت کرنا وغیرہ جائز نہیں۔(ردالمحتار)

مسئلہ: جب امام جمعہ کے خطبے کے لیے کھڑا ہو تو اس وقت سنت یا نفل نماز نہ پڑھیں۔ (فتاوی شامی)

عیدین کی نماز کا بیان

اسلام میں خوشی منانے کے دو دن ہیں:

- ''عیدالفطر'' جو شوال کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے۔
- ''عیدالاضحیٰ'' جو دس ذی الحج کو ہوتی ہے۔

دونوں عیدوں میں دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کرنا مردوں پر واجب ہے۔(فتاوی ہندیہ)

عیدین کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے چند منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے تک باقی رہتا ہے۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ:

- عید کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔
- عید کی نماز با جماعت پڑھی جاتی ہے فرداً فرداً نہیں پڑھی جاتی۔
- دل میں یہ نیت کرے کہ میں دو رکعت نماز عیدالفطر/عیدالاضحیٰ چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں۔
- نیت کے بعد ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھے۔ پھر تین زائد تکبیریں کہے۔یعنی ''اللّٰہ اکبر'' کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پھر نیچے چھوڑ دے۔ تین تکبیریں کہنے کے بعد امام کے ساتھ رکعت مکمل کی جائے گی۔ دوسری رکعت میں پہلے قرأت کی جائے گی، قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جائیں گی، ہر تکبیر کے ساتھ ''اللّٰہ اکبر'' کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں۔ تین تکبیروں کے بعد چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں گے اور بقیہ نماز پوری کریں گے۔

مسئلہ: عید کی نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے گا، اس خطبے کا پڑھنا اور سننا واجب ہے۔

مسئلہ: جن لوگوں پر جمعہ فرض ہے ان پر نمازِ عید ادا کرنی واجب ہے۔

مسئلہ: عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے (عید الفطر پر آہستہ اور عید الاضحیٰ پر بلند آواز سے) تکبیرات تشریق کہنا۔

❖ تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

❖ ذی الحج کی 09 تاریخ کی فجر سے لے کر 13 تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ مردوں کے لیے بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ آواز سے کہیں گی۔

سجدہ سہو کا بیان

❖ ''سہو'' کے معنی بھول جانے کے ہیں۔ بھولنے سے نماز میں کمی یا زیادتی کی وجہ سے نماز میں نقصان آجاتا ہے، وہ نقصان فرض چھوڑنے کی وجہ سے ہوگا یا واجب، اگر تو فرض چھوڑنے کی وجہ سے ہوا تو نماز دوبارہ لوٹائی جائے گی اور اگر نقصان بھولے سے ''واجب'' چھوڑنے کی وجہ سے ہوا تو اس کا حل یہ ہے کہ آخری قعدہ میں ''سجدہ سہو'' کرلیا جائے۔

❖ سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدے میں التحیات پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیریں اور دو سجدے کرلیں۔ پھر بیٹھ کر دوبارہ التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کرلیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص پر سجدہ سہو واجب تھا لیکن اس نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر لیا پھر فوراً سجدہ سہو یاد آ گیا، اگر ابھی تک کسی سے بات نہیں کی اور سینہ بھی قبلے سے نہیں پھیرا، تو دو سجدے کر کے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر نماز مکمل کرلے، نماز درست ہوجائے گی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر زیادہ وقت گزر یا کسی سے بات کرلی تب یاد آیا تو دونوں صورتوں میں نماز دوبارہ ادا کرنا پڑے گی۔

جنازے کا بیان

میت کو غسل دینے کے احکام:

❖ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردے کو غسل دیا، اسے کفن پہنایا اور خوشبو لگائی، اسے کندھا دے کر قبرستان لے گیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی، اور اگر کوئی عیب دیکھا تو اسے پھیلایا نہیں، تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوگیا جس دن پیدا ہوا تھا۔ (سنن ابن ماجہ)

- مسلمان میت کو غسل دینا ضروری ہے۔
- میت کو غسل کوئی شخص بھی دے سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار غسل دے۔
- مرد کو مرد اور عورت کو عورتیں غسل دیں۔
- جس طرح زندگی میں کسی کے ستر کو دیکھنا یا چھونا جائز نہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی جائز نہیں۔

غسل دینے کا طریقہ:

میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو کسی تختے پر لٹا کر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کپڑا ڈال کر بقیہ پہنے ہوئے کپڑے اتار لیے جائیں۔ غسل دینے والا ہاتھوں پر کوئی کپڑا لپیٹ لے یا کپڑے کے دستانے پہن کر میت کو استنجا کرائے۔ اس کے بعد میت کو وضو کرائے۔ وضو میں منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری نہیں بلکہ دانتوں اور ناک کے سوراخوں پر گیلی روئی پھیر دے۔ اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں طرف اچھی طرح پانی بہائے، اور پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر بائیں طرف اچھی طرح پانی بہائے تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ غسل مکمل ہونے کے بعد میت کے اوپر والے حصے کو ذرا اوپر اٹھائے اور پیٹ کو نرمی سے ملے، اگر جسم سے کوئی نجاست نکلے تو اسے صاف کر دیا جائے۔ نجاست نکلنے کی وجہ سے دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد تولیے یا کسی صاف کپڑے سے جسم کو خشک کر کے کفن پر لٹا دیا جائے اور سجدے کے اعضاء پر خوشبو لگا دی جائے۔

کفن پہنانے کا طریقہ:

مرد کے کفن کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں: چادر، ازار اور کرتہ۔ کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے اوپر ازار اور سب سے اوپر کرتہ بچھایا جائے جو اوپر سے کٹا ہوا ہو، وہ قمیض کی طرح آدھا نیچے بچھا دیا جائے اور سر کٹے ہوئے حصے سے گزار کر آدھا اوپر ڈال دیا جائے۔ اس کے بعد پہلے ازار اور پھر چادر کو اس طرح لپیٹا جائے کہ بائیں طرف نیچے چلی جائے اور دائیں اوپر آجائے۔

نمازہ جنازہ میں دو فرض ہیں:

(۱) چار مرتبہ ''اللّٰہ اکبر'' کہنا۔ (۲) قیام کرنا یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا۔ (فتاوی شامی)

نمازہ جنازہ میں تین سنتیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔ (۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا۔ (۳) میت کے لیے دعا کرنا۔ (فتاوی شامی)

نماز جنازہ کا طریقہ:

میت کو اپنے آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہو کر یہ نیت کرے کہ میں اس بالغ یا نابالغ میت کی نماز

جنازہ پڑھا رہا ہوں، اور مقتدی یہ نیت کرے کہ میں اس بالغ یا نابالغ میت کی نماز جنازہ امام کے پیچھے ادا کر رہا ہوں۔

نیت: چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ، ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے، درود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور دعا اس حاضر میت کے لیے، پیچھے اس امام کے۔

❁ نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے "اَللّٰہُ اَکبَر" کہے اور ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے۔

سُبۡحٰنَکَ اللّٰہُمَّ وَبِحَمۡدِکَ وَتَبَارَکَ اسۡمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ
وَجَلَّ ثَنَاۗئُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیۡرُکَ

ترجمہ: اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اور تیری تعریف کرتے ہیں، تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیری بڑی تعریف ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

❁ ثنا کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے "اللّٰہ اکبر" کہے اور درود شریف پڑھے۔

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی
اِبۡرَاہِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاہِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ
اَللّٰہُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی
اِبۡرَاہِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاہِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

❁ درود شریف کے بعد پھر اللّٰہ اکبر کہے اور اگر میت بالغ مرد یا عورت ہے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیۡرِنَا وَکَبِیۡرِنَا
وَذَکَرِنَا وَاُنۡثٰنَا ، اَللّٰھُمَّ مَنۡ اَحۡیَیۡتَہٗ مِنَّا فَاَحۡیِہٖ عَلَی الۡاِسۡلَامِ وَمَنۡ
تَوَفَّیۡتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الۡاِیۡمَانِ

ترجمہ: اے اللہ! بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو، ہمارے حاضر لوگوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو، اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو، اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو، اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور ہم میں سے جسے تو موت دے اسے ایمان پر موت دینا۔

❁ اور دعا کے بعد پھر "اللّٰہ اکبر" کہے اور "السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ" کہتے ہوئے دونوں طرف سلام پھیر دے

نابالغ لڑکے کے لیے دعا:

❁ اور اگر میت نابالغ لڑکا ہے تو درود شریف کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا

ترجمہ: اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنا دے، اور اس کو ہمارے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دے اور اس کو ہمارے لیے ایسا سفارشی بنا دے جس کی سفارش قبول کی گئی ہو۔

نابالغ لڑکی کے لیے دعا:

❁ اور اگر میت نابالغ لڑکی ہے تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا، وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً

ترجمہ: اے اللہ! اس بچی کو ہمارے لیے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنا دے، اور اس کو ہمارے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دے اور اس کو ہمارے لیے ایسی سفارشی بنا دے جس کی سفارش قبول کی گئی ہو۔

زکوٰۃ کا بیان

ارکان اسلام میں زکوٰۃ دوسرا اہم رکن ہے، جس کی ادائیگی کا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بارہا حکم آیا ہے۔ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے اجر ملتا ہے اور مال پاک ہوجاتا ہے اسی طرح جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے لیے قرآن وسنت میں بہت سخت وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں۔

۞ ارشاد خداوندی ہے کہ: يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ

ترجمہ: ''جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اُن کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے اِس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔'' (التوبہ:۳۵)

۞ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''ایسے شخص (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) کے مال کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔'' (آل عمران)

۞ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ ''ایسے شخص کا مال قیامت کے دن ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا، جس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے، اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کی تعریف: مال دار شخص کے مخصوص قسم کے مال پر شریعت کی طرف سے جو متعین حصہ ہر سال عبادت کی نیت سے اس کے مستحق لوگوں کو دینا اور مالک بنانا فرض کیا گیا ہے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کا نصاب:

۞ اگر کسی کے پاس صرف سونا ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے۔ قمری (اسلامی) سال گزرنے پر کل سونے کا 2.5 فیصد سونا یا اس کی قیمت زکوٰۃ کے طور پر ادا کرنا ضروری ہے۔

۞ اگر کسی کے پاس صرف چاندی ہو تو اس کے لیے نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ اسلامی سال گزرنے پر کل چاندی میں 2.5 فیصد چاندی یا اس کی قیمت زکوٰۃ کے طور پر ادا کرے گا۔

۞ اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی دونوں ہوں، یا ان میں سے کسی ایک کی مالیت کے برابر نقدی ہو یا سامانِ تجارت ہو، یا یہ سب ملا کر یا ان میں سے بعض ملا کر مجموعی مالیت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر بنتی ہو تو ایسے شخص پر سال

پورا ہونے پر قابلِ زکوٰۃ مال کی ڈھائی فیصد زکوۃ ادا کرنا لازم ہے۔ واضح ہو کہ زکوٰۃ کا مدار صرف ساڑھے سات تولہ سونے پر اس وقت ہے کہ جب کسی اور جنس میں سے کچھ پاس نہ ہو، لیکن اگر سونے کے ساتھ ساتھ کچھ اور مالیت بھی ہے تو پھر زکوٰۃ کی فرضیت کا مدار ساڑھے باون تولہ چاندی پر ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس ایک یا دو تولے سونا ہے اور تھوڑی بہت نقدی بھی شروع سال میں تھی آخر سال میں پاس ہے، اگر ان دونوں چیزوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچتی ہے تو یہ شخص صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

کس مال پر زکوٰۃ فرض ہے؟

- سونا، چاندی، نقدی مال، مال مویشی اور سامان تجارت اگر نصاب کو پہنچے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- مال تجارت سے مراد وہ سامان ہے جسے بیچنے کی نیت سے خریدا ہو اور تا حال یہ نیت برقرار ہو۔ اگر کوئی چیز ابتداءً بیچنے کی نیت سے خریدی ہو لیکن بعد میں بیچنے کی نیت ترک کر دی تو یہ مال تجارت شمار نہیں ہوگا۔ اسی طرح کوئی چیز بیچنے کی نیت سے نہیں خریدی تھی تو یہ بھی مال تجارت شمار نہیں ہوگا چاہے بعد میں بیچنے کی نیت کر لی ہو، جب تک اسے بیچ نہ دے۔
- رہائشی گھر یا کرائے پر دیے ہوئے مکانات، استعمال کی گاڑیاں یا کوئی بھی سواری، ذاتی استعمال کی چیزیں جیسے کپڑے، برتن وغیرہ مالِ زکوٰۃ میں شامل نہیں ہیں۔
- ہیرے جواہرات چاہے کتنے ہی قیمتی اور مہنگے کیوں نہ ہوں، جب تک تجارت کی نیت سے نہ خریدے جائیں یہ بھی مال زکوٰۃ میں شامل نہیں۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں:

زکوٰۃ فرض ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں:

(۱) مال دار کا آزاد ہونا۔
(۲) مال دار کا مسلمان ہونا۔
(۳) زکوٰۃ کے فرض ہونے کا علم ہونا۔
(۴) صاحب عقل ہونا۔
(۵) بالغ ہونا۔
(۶) بقدر نصاب مال کا مالک ہونا۔
(۷) ملکیت کے ساتھ مال پر قبضہ بھی ہونا۔
(۸) مالِ نصاب قرض سے فارغ ہو۔
(۹) مال کا بڑھنے والا ہونا۔
(۱۰) نصاب کے بقدر مال پر سال کا گزرنا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرائط اور وقت:

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت فوری زکوٰۃ دینے کی نیت کرے یا جتنی زکوٰۃ اپنے ذمے ہے اسے اپنے مال سے نکال کر علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے۔

۞ جب مال زکوٰۃ پر سال پورا ہوجائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اگر بغیر کسی عذر کے تاخیر کرے تو گناہ گار ہے۔ بہر حال اگلے سال زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے پہلے ضرور ادا کردے۔

۞ جب آدمی صاحب نصاب ہو اور سال پورا ہوجائے تو جس قدر مال اس کی ملکیت میں ہوگا سب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہے، چاہے کچھ مال ایک دن یا چند دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا ہو، ہر ہر مال پر علیحدہ سے سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

۞ اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہے تو سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کرسکتا ہے۔

۞ ساری زکوٰۃ ایک ہی دفعہ ادا کرنی ضروری نہیں تھوڑی تھوڑی کرکے بھی ادا کرسکتا ہے۔

۞ جو شخص قرض دار ہے اگر اس کے قرض کی رقم نکال کر باقی مالیت (نقدی، سونا، چاندی یا مال تجارت ملاکر) اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی رقم کو پہنچتی ہے تو یہ شخص صاحب نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور اگر قرض کے علاوہ باقی مال چاندی کے نصاب کو نہ پہنچے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

۞ اگر کسی کو قرض دیا ہوا ہے، اور وہ قرض دی ہوئی رقم تنہا یا دیگر چیزیں (سونا چاندی وغیرہ) ملاکر نصاب کو پہنچتی ہے تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوٰۃ فرض ہے البتہ وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ اگر وصولی سے پہلے زکوٰۃ ادا کردی تو ادا ہوجائے گی قرض وصول ہونے پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں۔

مصارف زکوٰۃ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبہ:٦٠)

ترجمہ: صدقات (زکوٰۃ وخیرات) تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوئے ہیں۔ اور ان کو جن کی دلداری مقصود ہے (ابتداء اسلام میں مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینا جائز تھا جو بعد میں منع کردیا گیا)۔ نیز انہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی مالک۔

وہ لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں:

۞ وہ مسلمان جو صاحب نصاب نہ ہوں یعنی ان کی ملکیت میں سونا، چاندی، نقدی، سامان تجارت اور ضرورت سے زائد سامان نہ ہو۔

۞ وہ قرض دار جس پر اتنا قرض ہو کہ اگر وہ قرض اس کے مال سے نکال لیا جائے تو اس کا مال بالکل ختم ہوجائے یا نصاب کی مقدار سے کم رہ جائے۔

۞ ایسا شخص جو مالدار ہے لیکن سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کا سارا مال خرچ سے یا چوری وغیرہ کی وجہ سے ختم ہو گیا تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دے سکتے۔

۞ وہ لوگ جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کوشاں ہوں اور ان کے پاس بقدر نصاب موجود نہ ہو یا مال تو ہو لیکن فی الحال اس تک رسائی ممکن نہ ہو ایسے لوگوں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۞ مدارس میں پڑھنے والے مستحق طلبہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

جو زکوٰۃ کے مستحق نہیں:

۞ کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ نفلی صدقات دیے جاسکتے ہیں۔

۞ کسی مسجد، مکتب، مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

۞ زکوٰۃ اپنے اصول (باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ) کو اور اسی طرح فروع (اولاد، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہ) کو دینا درست نہیں۔

۞ میاں بیوی کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں۔

۞ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں۔ (بنی ہاشم میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولادیں شامل ہیں)

مسئلہ: میت کی تجہیز وتکفین زکوٰۃ کی رقم سے نہیں کی جاسکتی اگرچہ مستحق ہی کیوں نہ ہو۔

۞۞۞

روزوں کا بیان

حدیث شریف میں روزے کا بڑا ثواب آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے دار کا بڑا رتبہ ہے۔

۞ ارشاد خداوندی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (البقرة: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رکھے تو اس کے اگلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (مشکوۃ شریف)

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کے منہ کی بد بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مشکوۃ)

روزے کی تعریف:

جب سے نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور بیوی سے جماع کرنے سے رکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

ہر بالغ مسلمان (مرد و عورت) پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ جب تک کوئی شرعی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں، سخت گناہ ہے۔

روزے کی نیت:

نیت کا تعلق دل سے ہے لہذا دل میں اتنا خیال کر لینا کہ میرا آج روزہ ہے یا میں کل روزہ رکھوں گا کافی ہے۔ اور اگر کسی نے زبان سے کہہ دیا یا روزے کی دعا "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" پڑھ لی تب بھی بہتر ہے۔

روزے کی اقسام:

روزے کی تین قسمیں ہیں: فرض، واجب اور نفل۔

فرض: رمضان کے ادا اور قضا روزے (قضا وہ روزے وہ ہیں جو پچھلے رمضان میں رہ گئے ہوں) فرض ہیں۔

واجب: روزہ رکھنے کی نذر مانی۔ (یعنی نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو اتنے روزے رکھوں گا)

۞ نفلی روزہ رکھا تھا لیکن کسی وجہ سے یا ویسے ہی توڑ دیا تو اب اس کی قضا کرنا واجب ہے۔

۞ رمضان کا روزہ توڑ دیا، قسم اٹھائی تھی پھر توڑ دی یا اس طرح کوئی کفارہ ذمے ہو تو کفارے کے روزے بھی واجب ہیں۔

نفل: دس محرم کا روزہ، ساتھ نو ویں یا گیارہویں محرم کا بھی رکھنا نفل ہے۔

۞ ہر ماہ ایام بیض (ہر اسلامی ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے تین روزے) کے روزے نفلی ہیں۔

۞ شوال میں عید الفطر کے بعد چھ روزے بھی نفلی ہیں۔

مکروہ روزے:

۞ مکروہ تحریمی جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق کے روزے رکھنا۔

۞ مکروہ تنزیہی جیسے تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا اور 27 رجب کا روزہ۔ حضرت عمرؓ سے خاص 27 رجب کے روزے سے لوگوں کو منع کرنا منقول ہے۔

مسئلہ: نماز فجر کا وقت شروع ہوتے ہی سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے چاہے اذان ہو یا نہ۔ بعض لوگ اذان کے ختم تک سحری کھاتے رہتے ہیں، ان کا روزہ نہیں ہوتا، کیونکہ اذان سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد اور فجر کا وقت شروع ہونے پر ہوتی ہے۔

۞۞۞

حج کا بیان

۞ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران)

ترجمہ: اور اللہ کے لیے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لیے اس طرح حج کرے کہ اس میں کوئی فحش بات ہو اور نہ حکم عدولی، وہ حج سے ایسا واپس آتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (یعنی گناہ معاف ہوجاتے ہیں) (مشکوٰۃ)

۞ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور اس کے پاس ایسی سواری میسر ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچادے اور وہ پھر بھی حج نہ کرے، تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی)

حج کی تعریف:

حج کے لغوی معنی ''عظیم چیز کا ارادہ کرنا'' کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں ''خاص طریقے سے، خاص وقت میں، خاص شرائط کے ساتھ بیت اللہ کا ارادہ کرنے کو'' حج کہتے ہیں۔

نوٹ: حج ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ فرضیت کے بعد پہلا حج تقریباً تین سو مسلمانوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہجری میں ایک ہی حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حج کس پر فرض ہے:

اگر کوئی آزاد بالغ مسلمان جو صحت تندرستی کی وجہ سے حج کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے پاس ضروریات زندگی کے پورا کرنے اور دوران سفرِ حج اہل وعیال کے واجبی خرچے پورے کرنے کے ساتھ اتنی زائد رقم ہو جس سے حج کے ضروری اخراجات پورے ہوسکتے ہوں، تو ایسے شخص پر حج کرنا فرض ہے۔

حج کے واجب ہونے کی شرائط:

یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو حج فرض نہیں ہوتا۔ یہ سات شرطیں ہیں۔

(۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر حج فرض نہیں۔

(۲) حج کی فرضیت کا علم ہونا (یہ حکم دارالکفر کے لیے ہے)

(۳) عقل مند ہونا، پاگل پر حج فرض نہیں

(۴) بالغ ہونا، نابالغ پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا، غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت وقدرت ہونا۔

(۷) حج کا وقت ہونا۔

حج کی ادائیگی کی شرائط:

یہ وہ شرائط ہیں کہ حج کا وجوب تو ان کے پائے جانے پر موقوف نہیں، لیکن ان شرائط کے پائے جانے کے وقت حج ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر وجوب اور وجوب ادا دونوں کی شرائط موجود ہوں تو پھر انسان کو خود حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر وجوب کی تو تمام شرائط پائی جائیں لیکن ''وجوب ادا'' کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر خود حج کرنا فرض نہیں بلکہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو حج کرائے۔ اور یہ پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) تندرست ہونا۔ (۲) قید کا نہ ہونا یا حاکم کی طرف سے ممانعت کا نہ ہونا۔

(۳) راستہ پر امن ہونا۔ (۴) عورت کے لیے محرم کا ہونا۔

(۵) عورت کا عدت میں نہ ہونا۔

حج کے فرائض:

حج کے تین فرائض ہیں:

(۱) احرام یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کے کلمات کہنا۔ تلبیہ کے کلمات یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

ترجمہ: ''حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں اور تیری ہی بادشاہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔''

(۲) وقوف عرفات یعنی ۰۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک میدان عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) طواف زیارت جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہویں ذی الحج تک سر کے بال منڈوانے یا کترانے کے بعد کیا جاتا ہے۔

طواف کا طریقہ:

بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے اس کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے مغربی کنارے کے مقابل ہو اور سارا حجر اسود داہنی طرف رہے۔ اس کے بعد طواف کی نیت کر کے دائیں طرف کو اتنا چلے کہ حجر اسود بالکل مقابل ہو جائے اور حجر اسود کی طرف منہ کر کے حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جس

طرح نماز میں اٹھائے جاتے ہیں یعنی کانوں کے برابر اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِیْمَاناً بِکَ وَتَصْدِیْقاً بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً

بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعاً لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ

اس کے بعد موقع ہو تو جا کر حجر اسود کو بوسہ دے۔(اگر بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ اس طرف کر کے ہاتھوں کو چوم لے) اس کے بعد داہنی طرف یعنی بیت اللہ کے دروازے کی طرف چلے اور بیت اللہ بائیں جانب رہے اور طواف میں ''حطیم'' کو بھی شامل کرے۔

عمرہ کا بیان

شریعت کی اصطلاح میں ''میقات یا حل سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کو'' عمرہ کہتے ہیں۔

عمرہ کی ادائیگی کے لیے احرام باندھنا شرط ہے، اور عمرے کا بڑا رکن بیت اللہ کا طواف ہے، عمرہ کے طواف میں چار چکر فرض ہیں اور تین واجب ہیں۔

عمرہ کے واجبات:

(۱) میقات سے احرام باندھنا۔ (۲) طواف کے چار چکروں کے بعد مزید تین چکر لگا کر طواف پورا کرنا۔

(۳) باوضو طواف کرنا۔ (۴) پیدل طواف کرنا۔ (۵) طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا

(۶) صفا اور مروہ کی سعی کرنا۔ (۷) پیدل سعی کرنا۔ (۸) طواف وسعی کے بعد سر منڈانا یا بال کتروانا۔

مسئلہ: عمرہ تمام عمر میں ایک مرتبہ بشرط استطاعت وقدرت سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: عمرہ میں طواف شروع کرتے وقت تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک ۔۔) ختم کر دینا ضروری ہے۔

مسئلہ: عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے صرف پانچ روز ۹ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی)

فائدہ: مذکورہ حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ایک سنت زندہ کرنے پر اپنے ساتھ محبت کا پروانہ عطا فرمایا ہے، اور محبت کرنے والے کے لیے دوسرا اعزاز وہ عطا فرمایا جو آج ہر صاحب ایمان کی تمنا اور خواہش ہے کہ مجھے جنت میں پیارے آقا ﷺ کی رفاقت نصیب ہوجائے۔ اور یہاں رسول اللہ ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ جس نے میری سنت زندہ کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ہم میں اور حضرات صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہی فرق ہے کہ وہ پیارے آقا ﷺ کی سنت پر مرمٹتے تھے اور ہم یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ سنت ہی ہے فرض تو نہیں۔ ہمارے روزمرہ کے کتنے کام ایسے ہیں جو ہماری ضرورت ہیں اور ہم نے وہ ہر حال میں کرنے ہی ہوتے ہیں، اگر ان کاموں کو ہم سنت کے مطابق کرلیں تو ہماری ضرورت بھی پوری ہوجائے گی اور ہماری ضرورت عبادت بھی بن جائے گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی قربت نصیب ہوجائے گی۔ ہم چند سنتیں اور آداب ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق ہمارے روزمرہ کے کاموں سے ہے۔

پانی پینے کی سنتیں

(۱) بسم اللہ پڑھ کر پینا۔ (۲) سیدھے ہاتھ سے پینا۔ (۳) بیٹھ کر پینا۔

(۴) دیکھ کر پینا۔ (۵) تین سانسوں میں پینا اور ہر سانس میں برتن کو منہ سے الگ کرنا۔ (۶) پی کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰه'' کہنا۔

کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب

- ہمارے نبی ﷺ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے (مگر ہاتھ کپڑے وغیرہ سے خشک نہیں کرتے تھے)۔
- ہمیشہ کھانا دسترخواں پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔
- ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔
- کھانا کھانے کے لیے دونوں پاؤں پر بیٹھتے، یا ایک پاؤں کھڑا کرلیتے اور دوسرا بچھا لیتے یا تشہد کی حالت میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔
- جو میسر ہوتا کھا لیتے تھے۔

۞ کھانے کی دعا بِسمِ اللّٰہِ وَبَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھ کر اپنے سامنے سے تین انگلیوں (انگوٹھا، شہادت والی اور درمیان والی انگلی) سے برتن کے کنارے سے شروع فرماتے۔ ۞ سیدھے ہاتھ سے کھاتے۔

۞ لقمہ دستر خوان پر گر جاتا تو اٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے تھے۔

۞ کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے، دل چاہتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

۞ برتن صاف کرتے اور آخر میں انگلیاں چاٹ لیتے۔

۞ کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَلحَمدُلِلّٰہِ الَّذِی اَطعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسلِمِینَ

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔''

۞ کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھو لیتے اور کلی فرماتے۔ ڈکار لینا پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ سیر ہو کر کھانے کی علامت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ بھوک باقی رکھ کر کھاتے تھے۔

سونے کی سنتیں اور آداب

(۱) وضو کرنا۔ (۲) مسواک کرنا۔ (۳) بستر جھاڑنا۔ (۴) سیدھی کروٹ پر سونا۔

(۵) سوتے وقت کی دعا پڑھنا: ''اَللّٰھُمَّ بِاسمِکَ اَمُوتُ وَاَحیَا'' ترجمہ: اے اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا اور جیتا ہوں۔ (۶) تین سلائی سرمہ لگانا۔ (۷) آخری تین سورتیں (قل ھو اللہ، فلق اور ناس) تین بار پڑھنا اور آیت الکرسی پڑھنا۔ (۸) الٹا یعنی پیٹ کے بل نہ لیٹنا۔

(۹) جو شخص سوتے وقت تین مرتبہ ''اَستَغفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(۱۰) اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا۔ (۱۱) اٹھتے وقت کی دعا پڑھنا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ''

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(۱۱) مسواک کرنا۔

مسجد کے آداب اور سنتیں

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک زمین پر سب سے پسندیدہ جگہ مسجد ہے۔'' (صحیح مسلم)
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساجد کو صاف ستھرا رکھنے اور ان میں خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد)
- اپنے جوتے باہر جھاڑ کر مسجد میں رکھیں۔
- مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں مسجد کے اندر رکھ کر دعا پڑھیں:

''بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ''

ترجمہ: ''شروع اللہ کے نام سے اور درود و سلام اللہ کے رسول پر، اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

نوٹ: مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے کے اوپر رکھیں اور پھر دایاں پاؤں جوتے سے نکال کر مسجد میں داخل کریں اور دعا پڑھیں۔

- اگلی صف میں جانے کے لیے لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں۔
- نماز کے بعد کچھ دیر ذکر و اذکار کے لیے بیٹھے رہنا۔
- سنت اور نوافل دروازوں کے سامنے اور راستوں میں نہ پڑھیں۔
- مسجد میں داخل ہوتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔
- مسجد میں دنیاوی باتوں، شور مچانے اور کھیل کود سے بچیں۔
- پیاز، لہسن یا کوئی بھی بدبودار چیز جیسے سگریٹ پی کر اور نسوار وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ جائیں۔
- مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالیں اور دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ: ''شروع اللہ کے نام سے اور درود و سلام اللہ کے رسول پر، اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔''

نوٹ: مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں مسجد سے نکال کر جوتے کے اوپر رکھیں اور پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتے میں ڈالیں۔

لباس کی سنتیں اور آداب

- نبی کریم ﷺ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا: ''بہترین لباس سفید رنگ کا ہے تم اسے پہنا کرو اور اپنے مردوں کو اسی میں کفن دیا کرو۔'' (سنن ابن ماجہ)
- نبی کریم ﷺ قمیص پسند فرماتے تھے اور وہ قمیص پسند فرماتے جس کے آستین گٹوں تک ہوتے تھے۔
- مردوں کو عورتوں جیسا اور سرخ رنگ کا لباس اور اسی طرح کسی جان دار کی تصویر والا لباس بھی نہیں پننا چاہیے۔
- ایسا تنگ لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے جسم کے اعضا ظاہر ہوتے ہوں۔
- قمیص اور شلوار پہنتے وقت دائیں طرف سے شروع کریں۔
- قمیص اور شلوار اتارتے وقت بائیں طرف سے شروع کریں۔
- جوتا پہنتے وقت پہلے دایاں پاؤں پہنیں اور جوتا اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں۔
- مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس کا وزن چار ماشے سے کم ہو، چاندی کے علاوہ سونے ،لوہے اور پیتل وغیرہ کی انگوٹھی مردوں کے لیے پہننا جائز نہیں۔

گھر کے آداب

- دروازہ کھٹکھٹا کر گھر میں داخل ہوں تا کہ گھر والوں کو پتہ چل جائے۔
- پہلے سیدھا پاؤں گھر میں داخل کریں اور ''بِسۡمِ اللّٰہ'' پڑھیں۔
- گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کریں۔
- گھر میں داخل میں ہوتے وقت اور نکلتے وقت دروازہ آہستہ بند کریں۔
- والدین اور بڑوں کا ادب کریں اور بچوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔
- بہن بھائیوں کے ساتھ مل جل کر رہیں لڑائی جھگڑا ہرگز نہ کریں۔
- گھر کے کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹائیں۔
- گھر میں موبائل فون کا استعمال کم کریں اور والدین اور بہن بھائیوں کو ٹائم دیں۔
- کسی جاندار کی تصویر گھر میں نہ رکھیں اور نہ ہی دیوار پر لٹکائیں۔کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہوتی ہے رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔
- گھر سے نکلتے وقت دعا پڑھ لیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ترجمہ: میں اللہ کے نام کے ساتھ نکلا، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، گناہوں سے بچنے کی اور نیکیاں کرنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

سلام کے آداب

- جب ہم آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کو سلام کریں، ملاقات کے وقت سلام کرنا اسلامی طریقہ ہے۔
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔ (جامع الترمذی)
- حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ (رواہ البیہقی)
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کھانا کھلاؤ اور تم (ہر مسلمان کو) سلام کرو، چاہے تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔'' (ابوداؤد)
- سلام کے الفاظ ''اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' صحیح ادا کریں اور سلام کا جواب بھی بول کر دیں ہاتھ کے اشارے یا محض سر ہلانے سے نہ دیں۔
- کوئی کسی دوسرے کا سلام پہنچائے تو جواب میں ''عَلَیۡکَ وَعَلَیۡہِ السَّلَامُ'' کہیں۔
- سلام کرنا سنت ہے جب کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے، اور واجب کو چھوڑنا گناہ ہے۔
- گھر، دفتر اور کلاس روم وغیرہ میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت سلام کریں۔
- کسی کو فون کریں یا کسی کا فون سنیں تو پہلے سلام کریں۔
- کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اس سے مصافحہ بھی کریں۔
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سلام اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (سنن ابی داؤد)
- مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیے اور مصافحہ میں ہاتھ پورا ملائیں۔

گفتگو کے آداب

- دوران گفتگو ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ یہ کسی کو تکلیف دینے کا ذریعہ نہ بنے اور اسی طرح زبان سے جھوٹ بھی

نہ نکلنے دیں، اور زبان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا عادی بنائیں اور ہمیشہ وہ بولیں جس سے اللہ راضی ہو، ایسے کلمات اور باتوں سے خود کو بچائیں جو اللہ کی ناراضگی اور مسلمان بھائیوں کی تکلیف کا ذریعہ بنیں۔

- نبی اکرم ﷺ نے جن دو چیزوں کی حفاظت پر جنت کی بشارت دی ہے ان میں ایک زبان ہے۔
- جو بھی بولیں سوچ سمجھ کر بولیں تا کہ ہماری زبان ہمارے ایمان کو ضائع نہ کردے اور بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔
- دوران گفتگو دین کی کسی بات کا یا وہ چیزیں جو اسلام کی پہچان (یعنی شعائر اسلام) ہیں ان کا مذاق مت اڑائیں کیونکہ ایسا کرنے سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔
- ہمیشہ سچ بولیں چاہے کوئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے یا جتنا بھی دشوار ہو۔ مذاق اور گپ شپ میں کبھی جھوٹ نہ بولیں کیونکہ وہ بھی جھوٹ ہی شمار ہوتا ہے۔
- نرمی کے ساتھ بات کریں، نہ تو اتنا آہستہ بولیں کہ سننے والے کو سمجھ ہی نہ آئے اور نہ ہی اتنا اونچا بولیں کہ شور محسوس ہونے لگے۔
- صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر بات کریں، ہمارے آقا ﷺ ایسے بات کرتے تھے کہ ہر سننے والا اچھی طرح سمجھ جاتا تھا۔
- کسی کے ساتھ ایسا مذاق مت کریں جسے آپ اپنے لیے پسند نہ کرتے ہوں۔
- بغیر تحقیق کے محض سنی سنائی بات کسی سے نہ کریں کیونکہ ایسی باتیں اکثر غلط ہوتی ہیں۔
- ایک کے سامنے ایک بات اور دوسرے کے سامنے دوسری بات نہ کریں کیونکہ اس سے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ”رشتوں کو توڑنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔“
- کسی کی چغلی نہ کریں اور نہ ہی کسی پر تہمت لگائیں اور نہ ہی کسی کے عیبوں کو ظاہر کریں۔

والدین کا ادب واحترام

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب لاریب میں اور پیغمبر دو جہاں ﷺ نے اپنے فرامین میں ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ادب واحترام کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جب بھی اپنی اطاعت اور فرماں برداری کی طرف توجہ دلائی ہے تو اس کے فوراً بعد والدین کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ سورہ لقمان میں ہے: ”اے بندو تم میرا (اللہ) کا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔“

- سورہ احقاف میں فرمایا: ”ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے تکلیف برداشت کر کے اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے پیدا کیا۔“

۞ اللہ تعالیٰ نے خاص کر والدین کے بڑھاپے کو ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تیری زندگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ''اُف'' بھی مت کہنا اور نہ ان سے جھڑک کر بات کرنا۔'' مفسرین فرماتے ہیں کہ اف کا مطلب ہے کہ اگر ان کو کوئی بات ناگوار گزرے تو ان کو ''ہوں'' بھی مت کہنا۔

۞ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسم نے پوچھا یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے مت بیٹھنا، ان کا نام لے کر مت پکارنا اور ان کو گالی مت دینا۔'' (معجم الاوسط للطبرانی)

۞ ہمیں چاہیے کہ والدین کے ساتھ تواضع وانکساری، اکرام واحترام اور حسن سلوک سے پیش آئیں، ان کی بے ادبی نہ کریں، تکبر نہ کریں، ہر حال میں ان کی اطاعت کریں البتہ اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو پھر اطاعت نہیں کرنی لیکن ادب واحترام تب بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔

والدین کی نافرمانی سے بچیں

گزشتہ سطور میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی تاکید سے والدین کا ادب واحترام اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا ہمیں اپنے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمت کرنی چاہیے اور ان کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ والدین کی نافرمانی کرنا، ان سے برا سلوک کرنا اور ان کی بات نہ ماننا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ ایسا جرم ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دیتے ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ: ''تمام گناہوں میں اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی ایسا گناہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو موت سے پہلے دنیا میں ہی سزا دے دیتے ہیں۔'' (شعب الایمان)

۞ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ضرور بتائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' (صحیح بخاری)

بیت الخلاء کی سنتیں اور آداب

(۱) سر ڈھانک کر جانا۔　　(۲) الٹا پاؤں پہلے داخل کرنا۔

(۳) جوتے پہن کر جانا۔　　(۴) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھنا:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِثْ''

ترجمہ: اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۶) استنجا کے بعد ہاتھ دھونا۔
(۵) نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالنا۔
(۷) پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنا۔
(۸) بیت الخلاء سے نکل کر دعا پڑھنا:

"غُفْرَانَکَ۔۔۔۔اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ"

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری مغفرت کا طلبگار ہوں۔۔تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے تکلیف دہ چیز کو مجھ سے دور کر دیا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختصر خاکہ

رسول کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق ارض وسماء نے نسل انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور اسوہ حسنہ بنایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات زندگی ہی کو تا قیامت شعار و معیار قرار دے کر ارشاد فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" دنیا بھر میں بسنے والے انسانو! اگر فلاح و کامیابی چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ جو کہ بہترین نمونہ ہے) کو آئیڈیل بنالو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کسی خاص فرد یا خاص گروہ کے لیے نمونہ نہیں ہیں اور نہ ہی کسی خاص طبقے کے لیے نمونہ ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ تو دنیا بھر میں بسنے والے انسانوں کے تمام طبقات اور تمام شعبہ جات سے وابستہ حضرات کے لیے نمونہ ہے بشرط کہ ان میں طلب صادق ہو۔

عام ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا عام آدمی، وزیر و مشیر ہو یا فقیر، تاجر ہو یا کاشت کار، مزدور ہو یا محنت کش، والدین ہوں یا اولاد، بہن بھائی ہوں یا عزیز و اقارب، قائد ہو یا کارکن، استاد ہو یا شاگرد، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، الغرض! جو بھی ہو اگر وہ چاہتا ہے کہ میرے شعبہ میں مجھے رہنمائی ملے تو اس کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی میں نمونہ موجود ہے۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے، یوم ولادت سے لے کر روز رحلت تک ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے محفوظ کرایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوالوں نے نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ سند کے ساتھ تحقیقی طور پر ہم تک پہنچایا ہے۔ لہذا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکملیت اور جامعیت ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔ دنیا میں کسی بھی شخصیت کے حالات زندگی اس طرح محفوظ نہیں ہیں کہ جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل و مدلل طریقے پر موجود ہیں ۔

ولادت اور حلیہ مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ربیع الاول عام الفیل کو اس عالم دنیا میں آنکھ کھولی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد، سرخی مائل، سفید رنگ، سرِ اقدس پر سیاہ ہلکے گھنگھریالے ریشم کی طرح ملائم انتہائی خوبصورت بال، جو کبھی شانہ مبارک تک دراز ہوتے تو کبھی گردن مبارک تک اور کبھی کانوں کی لو تک رہتے تھے۔ چہرہ انور اتنا حسین کہ چودھویں کا چاند بھی دیکھ کر نظریں جھکالے۔ سینہ مبارک چوڑا تھا۔ بدن اطہر نہ دبلا نہ موٹا بلکہ معتدل تھا۔ دونوں شانوں کے درمیاں میں مہر نبوت اپنا حسن بکھیر رہی تھی، پیشانی مبارک کشادہ، بلند اور چمک دار، ابروئے مبارک کمان دار غیر پیوستہ، منہ مبارک کشادہ، مسکراتے تو دندان مبارک موتی کی مانند چمکتے، بولتے تو نور نکلتا تھا، سینہ مبارک پر بالوں کی ہلکی سی لکیر ناف تک تھی۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ جیسا حسین وجمیل کسی کو نہیں دیکھا، آپ ظاہری و باطنی تمام عیبوں سے پاک پیدا ہوئے تھے۔

اندازِ گفتگو:

آپ ﷺ کبھی چیخ کر بات کرتے اور نہ قہقہ لگا کر ہنستے تھے، شور کرتے اور نہ چلا کر بولتے تھے، ہر لفظ واضح بولتے تھے، مجمع سے مخاطب ہوتے تو بات کو تین بار دہراتے تھے۔ جس سے گفتگو فرماتے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے صرف چہرہ نہیں پھیرتے تھے، کوئی آپ سے بات کرتا تو پوری توجہ سے اس کی بات سنتے تھے، ہر فرد یہی تصور کرتا تھا کہ مجھ کو ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ چلتے تھے تو زرا جھک کر چلتے تھے جیسے کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہوں، پاؤں مبارک مضبوطی سے اٹھا کر رکھتے تھے، چلتے وقت پاؤں مبارک کی آواز آتی اور نہ پاؤں گھسیٹ کر چلتے تھے۔

نکاح واولاد:

پچیس سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے سے پندرہ سال بڑی خاتون سے نکاح کیا جن کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا جو آپ کی بعثت سے قبل ہی ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو مال ومتاع سے خوب نوازا تھا لیکن نکاح کے بعد انہوں سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں پہ نچھاور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیٹیوں کی صورت میں چار شہزادیوں اور تین بیٹوں سے نوازا تھا۔ بیٹے تو بچپن میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے البتہ بیٹیاں سن شعور کو پہنچیں اور بیاہی گئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً پچیس سال آپ کی رفاقت میں رہیں اور نبوت کے دسویں سال داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ ؓ کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ نے دس مزید عورتوں سے نکاح فرمایا جن کے حالات زندگی آگے آرہے ہیں۔

بعثت:

آپ کی ولادت شریفہ کے وقت مکہ اور قرب وجوار میں آباد قبائل کفر وشرک کی دلدل میں پوری طرح گرفتار تھے ،ضلالت وجہالت کا دور دورہ تھا، عصمت، عزت اور شرافت کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا، درندگی اور حیوانیت کا طوطی بولتا تھا، ہر طاقت ور خود کو فرعون سمجھتا تھا، عورت کا کوئی مقام ومرتبہ تھا اور نہ غریب سکون کی زندگی بسر کر سکتا تھا، چوری، بدکاری، بے حیائی اور ظلم وستم اپنے شباب پر تھے، ایسے حالات میں رب کریم کو انسانیت کے حال پر رحم آیا اور چالیس سال کی عمر میں جب آپ گوشہ نشینی اور خلوت کی زندگی بسر کر رہے تھے، غار حرا میں آپ کے پاس فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا اور قرآن کریم کی پہلی وحی آپ ﷺ پر نازل فرمائی۔

صبرواستقامت:

بعثت کے بعد اپنے پرائے ہوگئے، دوست دشمن بن گئے، طاقت ور مقابلے پر اتر آئے، دعوت حق اور اعلان توحید کی راہ میں آپ ﷺ کو اپنے ہی پیروکاروں کے ایسے ایسے حالات دیکھنے پڑے کہ کوئی اور ہوتا تو ہمت ہار جاتا مگر آپ ﷺ

صبر واستقامت کے کوہِ گراں تھے، دشمنان اسلام نے قدم قدم پر آپ کو ستایا، جھٹلایا، بہتان لگایا اور عجیب وغریب قسم کے لقب دیے، حتیٰ کہ آپ کا سوشل بائیکاٹ تک کیا گیا مگر ہدایت کے روحانی انقلاب کا آغاز ہو چکا تھا، جو دین مبین دے کر آپ کو مبعوث کیا گیا اس نے غالب ہو کر رہنا تھا کفار کو اچھا لگتا یا نہ۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا مجھے آزمائش وامتحان میں ڈالا گیا کسی اور کو مبتلا نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ پر جتنے مظالم ڈھائے گئے کسی اور نبی کی امت پر نہیں ڈھائے گئے۔

ہجرت:

جب سرزمینِ مکہ آپ اور آپ کے جانثاروں کے لیے تنگ کر دی گئی تو آپ نے بحکم ربی مکہ سے مدینہ منورہ جو اس وقت ''یثرب'' کے نام سے مشہور تھا کی طرف ہجرت فرمائی۔ صحابہ کرام نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر آل واولاد، زمین وجائیداد اور گھر بار چھوڑ کر پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

غزوات وسرایا:

ہجرت رسول ﷺ کے بعد رسول کریم ﷺ کو ایک طرف دعوت اسلام کے لیے وسیع میدان اور مخلص افراد ملے تو دوسری طرف مشرکین ویہود کی طرف سے برپا کردہ جنگوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان طاقت کے اعتبار سے بھی اور شان وشوکت کے لحاظ سے بھی کمزور تھے اس لیے ان کو صبر واستقامت کا درس دیا جاتا تھا، مدینہ میں مسلمانوں کو ہر لحاظ سے قوت وطاقت اور اجتماعیت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی عقل ٹھکانے لگانے کے لیے دشمن کو بھرپور جواب دینے کا حکم نازل فرمایا۔ رسول کریم ﷺ نے دس سالہ مدنی دور میں 27 غزوات (غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں حضور اکرم ﷺ خود تشریف لے گئے ہوں) اور 47 سرایا (سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ خود تشریف لے کر نہیں گئے بلکہ صحابہ کرام کو کسی کی امارت میں بھیجا) پیش آئے۔ جس میں سب سے پہلا غزوہ بدر ہے جو یوم الفرقان کے نام سے مشہور ہے اور سن 02 ہجری میں پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے 500 فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کی مدد ونصرت فرمائی اور 08 ہجری میں فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا اور کفار کی شان وشوکت خاک میں مل گئی اور لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تمام غزوات اور سرایا میں تقریباً 259 صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

بادشاہوں کے نام خطوط:

06 ہجری صلح حدیبیہ سے واپسی پر رسول کریم ﷺ نے مختلف ممالک کے سربراہان کے نام خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ جب آپ ﷺ نے ان خطوط کو لکھوانے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ بادشاہ اس صورت خط قبول کرتے ہیں جب اس پر مہر لگی ہوئی ہو، اس لیے آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی نما مہر بنوائی جس پر ''محمد رسول اللہ'' اس ترتیب لکھا ہوا تھا کہ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں، لفظ اللہ کو سب سے اوپر، رسول کو درمیان میں اور

محمد سب سے نیچے لکھا گیا۔ پھر آپ نے تجربہ کار اور معلومات رکھنے والے صحابہ کرام کو یہ فرض سونپا اور روانہ فرما دیا۔ آپ ﷺ کے وہ تمام خطوط سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

حجة الوداع:

اسلام عرب میں پھیل چکا تھا، قرب وجوار میں تقریباً تمام قبائل ہی مسلمان ہو چکے تھے، ان حالات میں رسول کریم ﷺ کو اشارہ کیا گیا کہ آپ کا کام اب پورا ہو چکا ہے اور رب تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے قبل اسلامی تعلیمات کو تمام قبائل تک پہنچانے کے لیے سفر حج کا ارادہ فرمایا۔ مدینہ منورہ اور اطراف میں اعلان فرما دیا گیا کہ اس مرتبہ رسول کریم ﷺ خود حج کی قیادت کریں گے۔ اعلان سننا تھا کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ توحید و رسالت کے متوالوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پوری شان و شوکت سے مدینۃ الرسول سے روانہ ہوا اور ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا گیا، فضا لبیک لبیک کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حج کے تمام مناسک سے آگاہ کیا اور حج کی رسومات میں جو مشرکانہ رسومات باقی تھیں وہ ختم کردی گئیں۔ 09 ذی الحج 10 ہجری کو رسول کریم ﷺ نے عرفات کے میدان میں تمام مسلمانوں سے ایک فصیح و بلیغ خطاب کیا جو حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ خطبہ حج سے فارغ ہوئے تو جبرئیل امینؑ تکمیل دین اور اتمام نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور دین اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگادی۔

حج کے موقع پر رسول کریم ﷺ سو اونٹ قربانی کے لیے لے گئے تھے، جن میں سے 63 اونٹوں کو رسول کریم ﷺ نے اپنے دست اقدس سے ذبح فرمایا اور 37 کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا۔

تعمیل حکم میں مصروف:

حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ پہنچ کر "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ" کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے اور بارگاہِ خداوندی کی حاضری کا شوق ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا جاتا تھا، صبح و شام ذکر خدا کی طلب تھی اور بس۔ رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے مگر اس آخری رمضان میں 20 دن کا اعتکاف فرمایا۔ انہی ایام میں شہدائے احد اور دنیا سے گزرے ہوئے جانثاروں کو بہت یاد فرماتے اور ان کی قبور پر تشریف لے جاتے اور دعائے مغفرت کرتے اور اس

طرح الوداع ہوتے جیسے ایک شفیق و مہربان باپ اپنے کم سن بچوں سے پیار کرتا ہے اور پھر انہیں الوداع کہتا ہے۔ انہیں ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسجد نبوی میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا جس میں آپ ﷺ بار بار اپنے سفر آخرت کا تذکرہ کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جدائی کے غم سے نڈھال ہو جاتے۔ ایک دن منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کا خیال آ گیا تو غمگین ہو گئے، حضرت اسامہ بن زید سے فرمایا کہ لشکر لے جاؤ اور اپنے باپ کا بدلہ لیں۔

بیماری کا آغاز:

آپ ﷺ 29 صفر بروز پیر کو ایک جنازے سے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں سر کے درد سے علالت کا آغاز ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے سر مبارک پر رومال بندھا ہوا تھا، میں نے ہاتھ لگایا یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی۔ کچھ دن گزرے مرض شدت اختیار کر گیا، اسی وجہ سے ازواج مطہرات نے رسول کریم ﷺ کی تمنا کے باعث اجازت دے دی کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس قیام فرما لیں، مزاج اقدس پر ضعف اس قدر طاری ہو چکا تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرہ عائشہ تک تشریف نہ لے جا سکے، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے سہارا دے کر حجرہ عائشہ تک پہنچایا۔

وفات مبارک سے چار روز قبل پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سر مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں، اس سے مزاج اقدس اور طبیعت میں کچھ تسکین محسوس ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے ظہر کی نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا تم ایسا نہ کرنا۔ مزید فرمایا: ان یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ میری قبر کو میرے بعد وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و ما فیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اس نے صرف آخرت کو ہی قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر رمز شناس نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: ''یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور ہمارے زر و مال آپ پر بر قربان ہوں۔'' لوگوں نے ان کو تعجب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں پھر اس میں رونے کی کیا بات ہے، مگر یہ بات وہی سمجھے تھے جو رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اے ابوبکر ٹھہرو اور قرار پکڑو، پھر مسجد کی طرف لوگوں کے جتنے دروازے کھلے ہوئے تھے، ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب دروازے بند کر دیے جائیں صرف ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے، جان و مال اور صحبت و رفاقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ابوبکر ہے، ابوبکر سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں، جس جس نے میرے ساتھ کوئی احسان کیا میں نے سب کے بدلے چکا دیے سوائے ابوبکر کے، اس کے احسانات کا بدلہ اور صلہ قیامت کے دن اللہ ہی دے گا، اگر میں اللہ

تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اس سے اسلامی اخوت ومودت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہیں۔

الغرض! آپ نے اس خطبہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ فضائل وکمالات بیان فرمائے جس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں تھا تاکہ لوگوں کے سامنے ان کی فضیلت وبرتری عیاں ہوجائے اور آپ کے بعد ان کی خلافت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے، اسی کی تاکید کے لیے افضل العبادات یعنی نماز کی امامت ان کی سپرد کی، چنانچہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے یہی کہا کہ اللہ کے رسول نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا ہم اس کو اپنی دنیا (خلافت) کے لیے کیوں نہ منتخب اور پسند کریں۔ پھر جیش اسامہ کو روانگی کا حکم فرمایا۔ منافقین نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کرنا چاہا تو فرمایا: ''خدا کی قسم اس کا باپ زید بھی امارت وسرداری کا اہل تھا اور اس کا بیٹا اسامہ بھی امارت وسرداری کا اہل ہے اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

بدن اطہر میں جب تک طاقت رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے، سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ وفات مبارک سے چار روز پہلے بروز جمعرات مغرب کی نماز تھی۔ عشاء کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ تو بتایا گیا یارسول اللہ! لوگ آپ کے منتظر ہیں، آپ نے کئی بار اٹھنا چاہا مگر بے ہوشی ہوجاتی، اخیر میں فرمایا: ''میری طرف سے ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔'' بقیہ چار دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کرتے رہے۔ اتوار کے روز طبیعت میں ذرا بہتری آئی تو ظہر کے وقت آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور بقیہ نماز آپ نے اس طرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے۔ امامت کے اعتبار سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری نماز ہے۔

سفر آخرت پر روانگی:

پیر کے روز صبح نماز فجر کے وقت آپ نے حجرے کا پردہ اٹھایا دیکھا کہ لوگ ہاتھ باندھے صبح کی نماز میں مشغول ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے یوں صف باندھے کھڑے دیکھ کر آپ مسکرائے، چہرہ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے جو کھل گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کرنے کا اشارہ فرمایا۔ قریب تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرط مسرت میں نماز توڑ دیتے کہ آپ پیچھے ہٹ گئے اور پردہ ڈال دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ آخری دیدار تھا۔ اس دیدار کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطمئن ہوگئے کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت سنبھل گئی ہے اور اپنے گھروں کو تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر مدینہ سے باہر اپنے دوسرے گھر تشریف لے گئے۔

لوگ تو سمجھے تھے کہ افاقہ اور سکون ہے، منتشر ہوگئے، کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہوگیا۔ آپ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، مسواک دیکھی تو کرنی چاہی، امی جان نے اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے کر چبا کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، بار بار ہاتھ اس میں ڈالتے اور منہ مبارک پر پھیر لیتے اور فرماتے جا رہے تھے "لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات" اللہ کے سوا کوئی نہیں، بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ پھر چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یہ فرمایا: "فی الرفیق الاعلیٰ" اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں۔ (یہ انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے)

امی جان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے تو میں سمجھ گئی کہ اب آپ ہم میں نہیں رہیں گے کیونکہ آپ نے ملاء اعلیٰ اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے، الغرض! آپ کی لسان اقدس سے یہ کلمات نکلے "اللّٰہم فی الرفیق الاعلیٰ" اور روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی اور ہاتھ مبارک نیچے گر گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے فضائل و برکات:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے احکامات بیان کیے ہیں اور اپنے بندوں کو ان کے بجا لانے کی تاکید فرمائی ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ اور بہت سے انبیاء و رسل علیہم السلام کی توصیفیں، تعریفیں اور ان کے اعزاز و اکرام بھی بیان فرمائے ہیں۔ لیکن کسی بھی حکم یا اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ "میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو"۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف، ثانیاً اپنے فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد تمام مومنین و مومنات کو حکم فرمایا کہ "اللہ اور اس کے فرشتے نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوں تم بھی درود بھیجو۔"

اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی بھی شرکت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے محسن اعظم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی موقع پر اپنی امت کو نہیں بھولے تو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اپنے محسن اعظم کو ہمیشہ یاد رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی محسن کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ہم جیسا گناہ گار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کیسے دے سکتا تھا اس لیے کہ ہم اس سے عاجز تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمارا عجز دیکھ کر ہم کو اس کی مکافات کا طریقہ بتا دیا کہ درود پڑھا جائے۔ لیکن ہم اس سے بھی عاجز تھے تو اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنے لگے کہ آپ ہی اپنے نبی مکرم پر اپنی شان کے مطابق رحمتیں نازل فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور محبت کا ایک بڑا ذریعہ یہ بھی ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام گرامی یا آپ کا ذکر خیر آئے تو فوراً درود پاک پڑھا جائے۔ اور اسی طرح جب بھی کہیں نام اقدس لکھا جائے تو ساتھ مکمل درود پاک "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا جائے۔ محض "ص" یا "صلعم" پر اکتفا نہ کیا جائے یہ انتہائی بد دیانتی ہے۔ یاد رکھیں جب تک یہ لکھا ہوا درود پاک موجود رہے گا لکھنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ بسا اوقات صاحب تحریر دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اس کا لکھا ہوا صدیوں باقی رہتا ہے۔

ذخیرہ احادیث میں بے شمار احادیث درود پاک کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں بطور نمونہ چند ایک پیش خدمت ہیں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔''

مسند احمد کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ اور جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔'' اور ایک دوسری روایت میں حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''یہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے بقدر ہوگا۔''

درود پاک کی کثرت کی بے شمار برکات ہیں۔ سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا قرب نصیب ہوگا جس کا ہر شخص طالب ہے۔ اور اسی طرح کثرت سے درود پاک پڑھنے والے کی تمام پریشانیوں کو اللہ تعالیٰ ختم فرما دیتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ایک چوتھائی۔ آپ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر بڑھادے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نصف کردوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اگر اس سے بڑھادے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں عرض کیا دوتہائی کردوں تو آپ نے فرمایا تجھے اختیار اور اگر اس سے بڑھادے تو تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ تو میں عرض کیا یارسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ پر درود کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کردیے جائیں گے۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ درود پاک کی کثرت کرنے والے کے تمام فکروں کی کفایت بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور اس سے بڑھ کر اس کے تمام گناہ بھی معاف کردیے جائیں گے تو واضح ہو گیا ہے کہ درود شریف جس طرح ذکر کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح استغفار کو بھی مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور پُرنور ﷺ کی ذات مقدس پر ان گنت درود پاک پڑھنے کی توفیق بخشے اور ہمیں حضور ﷺ سے اور آپ سے منسوب ہر ہر چیز سے سچی محبت نصیب فرمائے آمین۔

اصحابِ رسول و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صحابی کی تعریف: صحابی کے لغوی معنی ''ساتھی اور رفیق'' کے ہیں اور شریعت میں صحابی کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ لفظ ''صحابی'' عام لفظ ہے، جس طرح اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں اسی طرح اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یعنی لفظ ''صحابی'' میں ہر وہ شخص مرد ہو یا عورت داخل ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی اس نے وفات پائی ہو، عام ہے کہ اس تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ہو یا کسی اور خاندان سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہونے کے لیے بھی پہلے صحابی یعنی مومن ہونا شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اہل بیت میں شامل ہی وہ حضرات ہیں جو مسلمان ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ عزیز واقارب جو مسلمان نہیں ہوئے ان کو کوئی بھی اہل بیت میں شمار نہیں کرتا۔ اور اس کی دلیل قرآن کریم سورہ ہود میں موجود ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان جو مسلمان نہیں ہوا تھا، جب پانی کی صورت میں عذاب آیا تو نوح علیہ السلام نے اللہ کو پکارا اور کہا ''رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ'' اے میرے رب میرا بیٹا میرا اہل ہی ہے۔ (اللہ نے آپ کے اہل بیت کو نجات دینے کا وعدہ کیا تھا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ، اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ'' اے نوح! یقین جانو وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔'' اس آیت مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ نبی کے اہل بیت میں شامل ہونے کے لیے صحابی بننا ضروری ہے۔ لہٰذا اہل سنت جب بھی لفظ صحابی بولتے ہیں تو اس میں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم دونوں شامل ہوتے ہیں اور قرآن وسنت میں جتنے بھی فضائل ومناقب مذکور ہیں وہ ان دونوں طبقات کے لیے ہیں۔ ہم آنے والی سطور میں جہاں بھی صحابی یا صحابہ کا لفظ استعمال کریں گے اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم دونوں ہی مراد ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت کے بغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت نہیں ہو سکتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا تصور محال ہے کیونکہ صحابہ کرام نے جس طرح زندگی گزاری ہے وہ عین اسلام اور اتباع سنت کا عملی نمونہ ہے، اور ان کے ایمان کے کمال وجمال، عقیدے کی پختگی، اعمال کی صحت واچھائی اور صلاح وتقوی کی عمدگی کی سند سینکڑوں آیات میں خود رب العلمین نے ان کو عطا کی ہے۔ بطور نمونہ کے دو آیات پیش خدمت ہیں۔

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب اور تقوی کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ

اللّٰہ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی لَہُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ

ترجمہ: بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے خالص کر لیا ہے، ان لوگوں کو مغفرت بھی حاصل ہے اور ان کے لیے زبردست اجر بھی ہے۔

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان پسندیدگی اور کفر و فسق سے محفوظ ہونے کو یوں بیان فرمایا:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں پرکشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے، ایسے ہی لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر ہیں۔ (سورہ حجرات)

قارئین! آیت کریمہ سے واضح ہوگیا ہے کہ صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ایمان کو پسند فرمایا بلکہ ایمان ان کے دلوں میں مزیّن کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کے دلوں میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی نفرت پیدا کر دی ہے۔

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رضاء الٰہی کا سرٹیفکیٹ:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بار بار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی، اور امت کے سامنے اسے اتنی شدت و کثرت سے بیان کیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا۔ کسی نبی کا نام "علیہ السلام" کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابی کا نام مسلمان کی زبان پر "رضی اللہ عنہ" کے بغیر جاری نہیں ہوسکتا۔

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا، اور نہ صرف ان کے کارناموں کو دیکھ کر ان سے رضامندی کا اظہار کر دیا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، گویا کہ یہ ضمانت ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہوگا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے جس سے خدا راضی ہوجائے خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیے۔ کسی اور کے بارے تو یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ خدا اس سے راضی ہے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے تو نص قطعی (قرآن کریم کی واضح آیت) موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا بلکہ ان کو بہر صورت غلط کار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ھیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی الٰہی اور دین اسلام کو لینے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ومطہر جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور تعلیم وتلقین کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ وہ مقدس جماعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک واسطہ ہے۔ اس واسطے کے بغیر نہ قرآن کریم امت کے ہاتھ میں آ سکتا ہے اور نہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان۔ اگر اس طبقے سے اعتماد اٹھا دیا جائے تو ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کو اللہ کی کتاب ثابت کر سکیں۔ لہذا اسی وجہ سے امت مسلمہ کا یہ متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام عادل اور ثقہ ہیں کیونکہ ان نفوس قدسیہ کی تربیت واصلاح اس معصوم ومغفور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہستی نے فرمائی جن کا لمحہ لمحہ رب ذوالجلال کی نگرانی میں گزرتا تھا۔ اور خالق کائنات نے بھی ان کے دلوں کا امتحان لے کر ان کے تقوٰی وطہارت اور عدل وثقاہت پر مہر ثبت کر دی ہے اور وحی الٰہی میں ان کی تعدیل فرمائی، ان کا تزکیہ کیا، ان کے اخلاص وللہیت کی گواہی دی اور انہیں یہ رتبہ ملا کہ ان کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادل گواہ ہونے کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ (سورہ الفتح:۲۹)

ترجمہ: ”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو ایمان دار آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں، تم دیکھو گے ان کو رکوع، سجدے میں، وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدے کے نشانات ہیں۔

گویا یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ایک دعوٰی ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وکردار کو پیش کیا گیا ہے کہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت میں شک وشبہ ہو، اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے فیصلہ لینا چاہیے کہ جس کے رفقا اتنے بلند سیرت اور پاک باز ہوں وہ خود صداقت کے کتنے اونچے مقام پر ہوں گے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ھیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے لیے معیار حق اور معیار ایمان ہیں۔ انہوں نے جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا

وہ بعینہ اسی طرح امت کو پہنچایا ہے اس میں ذرہ برابر بھی خیانت نہیں کی۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہ کیا جائے یا ان کو دین کے نقل کرنے میں معیارِ حق نہ تسلیم کیا جائے تو پھر سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور صحیح دین امت تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی، کیونکہ دین کے اول گواہ اور پہلے راوی ہی صحابہ کرامؓ ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو ''معیارِ حق'' قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا عملی نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی، بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر منافق اور بے وقوف ہونے کی دائمی مہر ثبت کردی گئی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ، قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ،
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ

ترجمہ: اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے ''تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں'' تو جواب میں کہتے ہیں ''کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں''؟ سن رکھو یہ خود ہی بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں ہیں۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں:

امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاہے وہ ابتداء میں مسلمان ہوئے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام مین، سب جنتی ہیں۔ چنانچہ سورہ حدید کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد خداوندی ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا، اور دوسرا گروہ وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ یہ دونوں گروہ ثواب اور مرتبے کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں۔ پہلا گروہ ثواب اور مرتبے کے اعتبار سے دوسرے گروہ سے بڑا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ دونوں گروہوں سے کیا ہے۔ فرمایا: ''وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ'' مفسرین فرماتے ہیں یہاں ''حسنیٰ'' سے مراد جنت ہے اور اس کی تائید قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطائیں رحمت کی گھٹائیں:

یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دین اسلام محض زبانی کلامی دین نہیں تھا اور نہ ہی فرامین کو محض الفاظ کی حد تک کافی سمجھا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر اس دین مبین کو نافذ کروایا تاکہ بعد والوں میں کوئی چوں چراں نہ کرے۔ اب دین اسلام کے مکمل نفاذ

کے لیے دوطرح کے اعمال رکاوٹ تھے۔ایک وہ جو گناہ کے زمرے میں نہیں آتے تھے اوران کے وقوع سے نبی کریم ﷺ کی عصمت پر بھی کوئی حرف نہیں آتا تھا بلکہ صرف اجتہادی خطا یا بھول جانے سے تعلق رکھتے تھے وہ خود جناب رسول اللہ ﷺ سے کرائے گئے تاکہ عملی طور پر نافذ ہوجائیں۔جیسے نماز میں چار کی بجائے دو رکعتیں ادا کی گئیں اوراس میں سجدہ سہو کے ذریعے نماز کی تکمیل کا طریقہ بتایا گیا۔

اور دوسری قسم کے اعمال وہ تھے جو گناہ کے زمرے میں آتے تھے، نبی سے ان کا واقع ہونا عصمت انبیاء کے خلاف تھا۔وہ اعمال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کرائے تاکہ دین مبین اوراس کی حدود عملی طور پر نافذ ہوجائیں۔جیسے: حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ اوراسی طرح ایک انصاری صحابیہ کا چوری کا واقعہ۔یہ اعمال گویا کہ حکمت الہیہ تھے اوران کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ کو عملی جامہ پہنایا۔اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطائیں باقی امت کے لیے رحمت کی گھٹائیں بنیں۔اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان واقعات کا صدور نہ ہوتا تو بہت سارے اعمال میں عمل کرنا ہمارے لیے انتہائی مشکل ہوجاتا۔جیسے روزہ ابتدائے اسلام میں کافی طویل تھا لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اورایک دوسرے صحابی کے ذریعے ہمارے لیے تخفیف ہوئی۔اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان واقعات کے پیش آنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود ہی جگہ جگہ ان کی معافی کا اعلان فرمایا بلکہ غزوہ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غلطی ہوئی اس میں خود بھی معافی کا اعلان کیا اور رسول اللہ ﷺ سے بھی حکم فرمایا کہ ان کے لیے استغفار بھی کریں اوران کو اپنے مشوروں میں شامل کیجیے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی تعداد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے بارے میں اکابرین امت سے مختلف روایات مروی ہیں، اور مختلف حضرات نے مختلف تعداد نقل کی ہے۔عام طور پر حجۃ الوداع کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے پورے خاندان مسلمان تھے لیکن وہ سارے کے سارے حجۃ الوداع میں موجود نہیں تھے۔بہرکیف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد جتنی بھی ہو ہمارے لیے سب پر ایمان رکھنا اور سب کو عادل ومعیار حق سمجھنا ضروری ہے کسی ایک کے بھی انکار سے کفر وگمراہی کا اندیشہ ہے جیسے ہم تمام انبیاء کے نام اورتعارف سے تو واقف نہیں لیکن ہمیں سب پر ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر اجر وثواب سے خالی نہیں لہذا آنے والی سطور میں ہم کچھ مخصوص صحابہ کرام کا مختصر تعارف پیش کریں گے جن میں سب سے پہلے وہ دس حضرات جن کو دنیا میں ہی نبی کریم ﷺ نے جنت کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اورانہیں ’’عشرہ مبشرہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ان عشرہ مبشرہ میں پہلے چار حضرات وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے اورزمام خلافت وحکومت ان کے ہاتھ میں آئی ان کو ’’خلفاء راشدین‘‘ کہتے ہیں۔عشرہ مبشرہ کے بعد ہم بالترتیب پیغمبر دو

جہاں ﷺ کی پاک بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں کا بھی اختصار کے ساتھ تذکرہ کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر، والد گرامی کا نام ابوقحافہ عثمان اور والدہ محترمہ کا نام ام الخیر سلمہ بنت صخر ہے۔آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب سے جاملتا ہے۔آپ کے لقب صدیق اور عتیق ہیں، یہ دونوں لقب رسول کریم ﷺ نے عطا فرمائے۔صدیق کا مطلب تصدیق کرنے والا اور عتیق یعنی جہنم کی آگ سے آزاد۔آپ کی ولادت رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دوسال اور چند ماہ بعد ہوئی اور رسول کریم ﷺ کی وفات مبارکہ کے اتنے ہی عرصہ بعد وفات پائی اور نبی کریم ﷺ کی طرح عمر بھی تریسٹھ سال پائی۔اسلام قبول کرنے میں سب سے مقدم رہے اور آپ ﷺ کی رفاقت میں بھی سب سے سابق وفائق رہے۔اپنا سارا مال اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر خرچ فرمادیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں صحابیت کے منصب پر فائز ہوئیں۔ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت آپ کے حصے میں آئی اور تین دن اور تین راتیں غار ثور میں آپ ﷺ کے دیدار اور حفاظت کا موقع آپ ہی کے مقدر میں آیا۔اسلام میں سب سے پہلے خطبہ دینے کا اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔سب سے پہلے مسجد نبوی کے لیے جگہ خرید کر آپ نے وقف کی، سب سے پہلے امیر حج بننے کی سعادت حاصل کی۔رسول خدا ﷺ کی زندگی مبارک میں سترہ نمازیں پڑھانے کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔آپ کی بیٹی سیدہ عائشہؓ رسول کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔آپ کو یار غار ومزار ہونے کا اعزاز ملا اور رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کے جانشین یعنی خلیفہ بلافصل منتخب ہوئے۔زمام خلافت سنبھالا ہی تھا کہ بہت سارے فتنوں نے سر اٹھالیا جن میں مرتدین، منکرین زکوٰۃ اور دیگر شامل ہیں۔یہی وہ موقع تھا کہ جب تمام صحابہ کا مؤقف نرمی کرنے اور کچھ وقت کے لیے توقف کا تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈٹ گئے اور فرمایا کہ ”دین میں کمی کردی جائے اور ابوبکر بھی زندہ ہو، ایسا نہیں ہوسکتا۔آپ نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے ان تمام فتنوں کی عقل ٹھکانے لگادی اور ان کا قلع قمع کیا اور جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا اور سب سے پہلے محافظ ختم نبوت کا اعزاز پایا۔قرآن کریم کتابی شکل میں آپ ہی کے دور خلافت میں جمع ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ دوسال تین ماہ دس دن جانشین پیغمبر رہ کر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری میں اللہ کے حضور پیش ہوگئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روضہ انور میں مدفون ہوئے۔آپ رضی اللہ عنہ انبیا کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل واعلیٰ ہیں یہ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔آپ کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد اور مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ ہیں۔ آپ کا نام عمر، لقب فاروق، کنیت ابوحفص، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب سے جاملتا ہے۔ آپ قریش کی شاخ عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ دراز قد، بارعب چہرہ، معاملہ فہمی اور شجاعت و بہادری میں ضرب المثل تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت کا کام آپ کے خاندان کے سپرد تھا۔ آپ کا شمار ان چند افراد میں ہوتا تھا جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دعائے پیغمبر کے نتیجے میں 5 یا 6 نبوی میں چالیسویں نمبر پر مسلمان ہوئے۔ بیت اللہ کا دروازہ مسلمانوں کے لیے کھلوایا۔ ہجرت کا حکم آیا تو اعلانیہ ہجرت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا اسلام کی فتح، ان کی ہجرت نصرت الٰہی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔'' مدنی زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر رہے اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ قرآن کریم میں کئی مقامات آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے بعد خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص رہے۔ آپ کے مشورے سے قرآن کریم کتابی شکل میں جمع کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض الوفات میں ہی اکابر صحابہؓ کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر دیا تھا۔ آپ کا دور خلافت عدل و انصاف پر محیط تھا اور آپ نے ایسے کارنامے سرانجام دیے جو بعد والی سلطنتوں کے لیے مشعل راہ بن گئے۔ آج دنیا بھر کے نظام حکومت میں رائج اصلاحات میں سے اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہیں۔ بیت اللہ کا دروازہ کھلوانے سے لے کر بیت المقدس کی فتح اور آپ کی شہادت تک دو سپر پاور سلطنتیں روم و فارس فتح ہوئیں۔ بے شمار علاقے پرچم اسلام کے زیرنگیں آئے۔ چار ہزار سے زائد چھوٹی بڑی مساجد تعمیر کی گئیں۔ بہت سے محکمہ جات اور شعبہ جات آپ کے دور خلافت میں معرض وجود میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ تقریباً ساڑھے دس سال مسند خلافت پر متمکن رہے۔ آپ پر ۲۶ ذوالحجہ مسجد نبوی میں مصلیٰ رسول پر حملہ کیا گیا اور یوں آپ تین دن زخمی رہ کر یکم محرم الحرام کو جام شہادت نوش فرما کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے دونوں پیش رو بزرگوں کی طرح 63 برس عمر پائی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ داماد رسول، ہم زلف علیؓ اور مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ آپ کا نام عثمان، کنیت ابوعبداللہ، لقب ذوالنورین، والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی تھا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ قریش کے مایہ ناز خاندان بنوامیہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی ولادت عام الفیل کے چھ سال بعد مکہ مکرمہ میں

ہوئی۔تجارت میں بڑا نام کمایا۔ بہت سخی انسان تھے اسی وجہ سے ”غنی“ کہلائے گئے۔فطری طور پر آپ بڑے نیک اور شرم وحیا کا مجسمہ تھے۔زمانہ جاہلیت میں عرب کی فخریہ رسومات سے دور رہے۔اسلام کے ابتدائی ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف پایا۔حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کرنے کی وجہ سے ”ذوالہجرتین“ کا لقب پایا۔مدینہ منورہ میں جب حضرت رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔آپ کے مال نے اسلام کو بہت زیادہ نفع دیا۔آپ ہر کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔آپ کی خاندان علی رضی اللہ عنہ سے کئی رشتہ داریاں تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی گئی چھ رکنی کمیٹی کے انتخاب سے خلیفہ ثالث منتخب ہوئے۔آپ کے دور خلافت میں بے شمار علاقے اسلام کے زیر نگیں آئے۔اپنے دور خلافت میں قرآن کریم کو ایک ہی لغت پر جمع کر کے امت کو انتشار سے بچایا اور ”ناشر قرآن“ کے لقب سے ملقب ہوئے۔آپ کے دور خلافت میں طرابلس ،افریقہ، اسپین، قبرص، طبرستان اور آرمینہ کے ساتھ ساتھ بہت سے علاقے فتح ہوئے۔اسلام کی سب سے پہلی بحری جنگ بھی آپ کے ہی دور خلافت میں لڑی گئی۔آپ رضی اللہ عنہ شب بیدار تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔قرآن کریم سے ایسا لگاؤ تھا کہ رات کو ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ہر جمعے ایک غلام آزاد کرتے تھے۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں ہی آپ کے دور میں آنے والے فتنوں کے بارے میں پیشنگوئیاں فرما دی تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت نہ چھوڑنے کی وصیت فرمائی تھی۔آپ کی شہادت اسلام کی تاریخ کی انتہائی مظلومانہ شہادت ہے۔باغیوں نے ایک ماہ سے بھی زیادہ آپ کا محاصرہ کیے رکھا اور بھوکے پیاسے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے روزے کی حالت میں ۱۸ ذولحجہ ۳۵ ہجری جمعہ کے دن گھر میں گھس کر آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے۔آپ کا نام علیؓ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب حیدر، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔آپ بعثت نبوی سے تقریباً دس برس قبل پیدا ہوئے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہی آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال یا اس سے بھی کم تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابتدائے اسلام میں ہی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز پایا۔یہ آپ کا اعزاز ہے کہ آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز اور انتہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔تربیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی

اثر تھا کہ آپ علم و عرفان اور حکمت و دانائی کے امام بنے۔ مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ رہے۔ اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا تو رسول کریم ﷺ نے لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کا جس کو اہل سمجھا وہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات بابرکات تھی ۔02 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اور اپنی سب سے لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے ابتداءً جن تین افراد کو میدان میں اتارا ان میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اپنے دیگر اوصاف کے ساتھ شجاعت و بہادری میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔ اگر آپ میدان کارزار میں تلوار کے دھنی تھے تو مسجد میں زاہدِ شب بیدار بھی تھے۔ آپ فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ آپ سخی و فیاض ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مفتی و قاضی بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول مدنی ﷺ نے فرمایا: ''علی! سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔'' آپ نے غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ نے ہر معرکے میں اپنی جرأت و بہادری کا لوہا منوایا۔ خیبر کی فتح آپ کی بہادری کی زندہ و جاوید مثال ہے۔ رسول کریم ﷺ کے آخری ایام میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں پیش پیش رہے۔ اور جب آپ ﷺ داغ مفارقت دے گئے تو غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل بھی آپ ہی کے ہاتھوں سرانجام پائے اگرچہ دیگر حضرات بھی اس میں شریک تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد خلفاء ثلاثہ کے مشیر خاص رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چیف جسٹس کے منصب پر فائز رہے۔ ذوالحج 35 ہجری میں آپ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی گئی۔ چونکہ فتنوں کا دور دورا تھا اس لیے آپ کا زیادہ وقت انہی فتنوں کی سرکوبی میں گزرا اور خطے کو ان فتنوں سے پاک کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پر نماز فجر کے وقت مسجد میں حملہ کیا گیا اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ بالآخر 21 رمضان المبارک 40 ہجری کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ آپ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم خارجی تھا جو موقع پر پکڑا گیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ خارجیوں نے ایک ہی دن نماز فجر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کرنے کا پلان بنایا تھا اور حملہ بھی کیا گیا لیکن وہ دونوں حضرات محفوظ رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ خاندان رسول خدا ﷺ کا ننھیال تھا۔ اسی وجہ سے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ رشتے میں آپ ﷺ کے ماموں لگتے تھے۔ آپ کا نام سعد، کنیت ابواسحٰق، والد کا نام ابووقاص مالک اور والدہ کا نام حمنہ تھا۔ آپؓ ہجرت مدینہ سے تقریباً ۳۰ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ سال عمر تھی کہ جب آفتاب نبوت طلوع ہوا اور آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔ اسلام میں سب سے پہلے تیر چلانے اور اسلام کی حمایت میں سب سے پہلے خون ریزی کرنے کا اعزاز آپؓ کو حاصل ہے۔ مکی زندگی میں صبر و استقامت کے ساتھ اسلام پر

قائم رہے۔تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔آپ کا شمار جرنیل صحابہؓ میں ہوتا تھا اور آپ کو فاتح ایران کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ عرصہ مدائن کے گونر رہے اور اسی عرصے میں کوفہ شہر کی بنیاد رکھی۔اسلام کے لیے آپ کی بے شمار خدمات ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے ۵۵ ہجری مقام عقیق میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زبیر، کنیت ابوعبداللہ، لقب حواری رسول، والد کا نام عوام بن خویلد اور والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے۔آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔آپ کی ولادت ہجرت مدینہ سے ۲۸ برس قبل ہوئی۔21 سال کی عمر میں ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا۔اسلام میں اور رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لیے سب سے پہلے تلوار آپ ہی نے نکالی۔پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔تمام غزوات میں شرکت کی اور فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے دستے کا علم آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔آپ نے میدان جنگ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے ایام میں 36 ہجری 64 سال کی عمر میں سجدے کی حالت میں شہادت پائی۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ''امین الامۃ'' کا لقب عطا فرمایا۔آپ کا نام عامر اور کنیت ابوعبیدہ تھی۔آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا لیکن دادے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''جراح'' ساتھ لکھتے تھے۔آپ کا شمار ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں ہوتا ہے۔آپؓ نے حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی۔مدنی دور میں غزوات میں شرکت کے ساتھ ساتھ بہت سی مہمات میں خدمات سرانجام دیں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے۔شام، عراق، حمص، فتح بیت المقدس اور کئی اہم معرکوں میں سپہ سالاری کی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 17 ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر بنا دیا تھا۔آپ خدا ترستی، زہد و تقوی اور تواضع و انکساری کا مجسمہ تھے۔18 ہجری میں ان مفتوحہ علاقوں میں طاعون کی وبا پھیلی تو امیر المؤمنین کے حکم پر جابیہ کے مقام پر تشریف لے گئے۔وہیں آپ کو طاعون نے آ گھیرا۔آپ رضی اللہ عنہ نے 18 ہجری 56 سال کی عمر میں طاعون کی بیماری میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا لقب ''تاجر الرحمن'' تھا۔آپ کی کنیت ابومحمد، والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفاء تھا

۔آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دس برس بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔نسبی لحاظ سے آپ قریشی تھے ۔اسلام سے قبل آپ کا نام ''عبد عمرو'' تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمن رکھا۔آپ کو ایک یمنی عیسائی راہب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی اطلاع دی تھی، واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی ،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعوت اسلام دی تو قبول کر لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہجرتیں کیں اور مدینہ میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بھائی قرار پائے۔مدینہ پہنچتے ہی بازار کا رخ کیا، اللہ تعالیٰ نے تجارت میں خوب برکت عطا فرمائی ۔آپ رضی اللہ عنہ نے اکثر غزوات میں شرکت فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے مشیر خاص رہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔بے شمار مواقع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے پر فیصلہ کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں جو خلافت کمیٹی بنائی تھی آپ رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔آپ نے 31 ہجری دور عثمانی میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد، لقب فیاض اور خیر، والد کا نام عبید اللہ بن عثمان اور والدہ کا نام صعبہ تھا۔اسلام قبول کرنے میں آپ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔بصرہ میں ایک راہب نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر دی تھی، واپس تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وعظ ونصیحت کی اور مسلمان ہو گئے۔مکہ میں نہایت خاموشی سے زندگی بسر کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شام سے تجارتی سامان لے کر واپس آ رہے تھے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ کپڑے بطور ہدیہ پیش کیے اور مکہ آ کر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔تمام غزوات میں شریک رہے اور غزوہ احد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار کے نرغے میں آ گئے تھے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے ہاتھوں کو ڈھال بنا لیا تھا اسی وجہ سے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں تھی۔غزوہ احد میں آپ کے ستر سے زیادہ زخم آئے۔آپ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے ایام میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور موحّد زید بن عمرو کے بیٹے ہیں۔آپ کا نام سعید، کنیت ابو اعور، والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔آپ اور آپ کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے۔آپ دونوں کی استقامت ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذریعہ بنی۔ہجرت مدینہ

کے بعد رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی قرار پائے۔تمام غزوات میں مردانگی وشجاعت کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم رکاب رہے۔آپ نے دمشق اور جنگ یرموک میں اپنی جوانمردی کے خوب جوہر دکھائے۔دمشق کے سب سے پہلے گورنر آپ رضی اللہ عنہ ہی بنے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے 50 یا 51 ہجری مقام عقیق میں انتقال فرمایا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔

اہل بیت کا مصداق

لغت کے اعتبار سے اہل بیت کا معنی ہے ''گھر والے'' اور شرعی اصطلاح میں اہل بیت ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ کو کہا جاتا ہے۔'' عام طور پر جب اہل بیت کا لفظ بولا جاتا ہے تو ہر عام وخاص کے ذہن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ چار حضرات آتے ہیں جن کا تعلق سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے گھرانے سے ہے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باقی اولاد کو اہل بیت میں شامل نہیں سمجھا جاتا۔ظلم پر ظلم یہ ہے کہ جو ہستی (بیوی) آدمی کی نسل بڑھنے کا ذریعہ بنتی ہے اسے بھی اہل بیت میں شمار نہیں کیا جاتا۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی تین بیٹیاں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں کو بھی اہل بیت کی اصطلاح میں شامل نہیں کیا جاتا۔کیا اہل بیت کی اصطلاح اتنی ہی محدود ہے جیسی ہم نے وضع کر لی ہے؟ آیئے! ذرا قرآن وسنت میں دیکھتے ہیں کہ اہل بیت کا مصداق کون کون ہیں۔

اہل بیت کی اس خودساختہ اصطلاح کے مقابلے میں اگر قرآن وسنت اور لغت کا مطالعہ کیا جائے تو اہل بیت کا سب سے پہلا مصداق ''بیوی'' ہے۔چنانچہ قرآن کریم میں لفظ ''اہل بیت'' تین بار آیا ہے اور تینوں بار ہی بیوی کے لیے استعمال ہوا۔سورہ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ (ھود:73)

ترجمہ: ''کیا تم امرالٰہی پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریفوں کے لائق اور بزرگی والا ہے۔''

فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ

ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے) کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے (اہل بیت) بتاؤں کہ تمہارے لیے اس بچے کو پالیں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ (القصص:12)

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (احزاب:33)

ترجمہ: ”اے نبی کے اہل بیت! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔“

ان تینوں آیات میں سے پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو خطاب ہے اور ان کو اہل بیت کہا گیا ہے۔ اور دوسری آیت میں عمران کی بیوی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اہل بیت کہا گیا اور تیسری آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ”اہل بیت“ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ مذکورہ تینوں آیات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بیوی بھی اہل بیت میں شامل ہوتی ہے بلکہ سب سے پہلے بیوی ہی اہل بیت ہے۔

خود حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ”اہل بیت“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

فخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانطلق الیٰ حجرۃ عائشۃ فقال السلام علیکم یا اھل البیت ورحمت اللّٰہ۔۔۔

”نبی کریم ﷺ باہر تشریف لا کر حجرہ عائشہؓ کی طرف روانہ ہوئے تو وہاں پہنچ کر فرمایا ”السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ۔“

اس سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح مسلم میں بھی موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لیے ”اہل بیت“ کا لفظ استعمال فرمایا۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات نکھر کر سامنے آگئی کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں بھی اہل بیت میں شامل ہیں اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محض چند حضرات کو نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج، تمام اولاد، اولاد کی اولاد اور تمام اہل خانہ کو بھی اہل بیت میں شامل مانا جائے۔ جس طرح ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد اور ان کی اولاد، آپ کے چچا حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد اور دیگر رشتہ دار بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

ازواج مطہرات/ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

نبی خاتم المعصومین ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں۔ آپ کی بیویوں کو ”ازواج مطہرات“ کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی ﷺ کی بیویوں کو ہماری مائیں قرار دیا ہے اسی وجہ ان پاکیزہ ہستیوں کو ”امہات المؤمنین“ بھی

کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:06)

ترجمہ: ایمان والوں کے لیے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں اور ان کی بیویاں ان (ایمان والوں) کی مائیں ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک مال دار اور معزز خاتون تھی، آپ کی پاک دامنی کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کو ''طاہرہ'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کا تعلق عرب کے قبیلہ قریش سے تھا۔ آپ کی ولادت 556ء عیسوی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب قُصَی پر پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے قبل آپ نے دوشادیاں کیں۔ سابقہ دونوں شوہروں کے انتقال کے بعد 40 سال کی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچیس سال تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو سب سے پہلے جو ہستی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کا ذریعہ بنی وہ ہماری ماں خدیجہ ہی تھیں۔ خواتین میں آپ کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا امتیاز حاصل ہوا۔ نکاح کے بعد اپنا سب کچھ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ کے سلام آئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قبر میں اتارا۔ اس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے حتی کہ آپؓ کے انتقال کے بعد آپ کی سہیلیوں کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے دنیا میں کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرامین میں آپ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا قریش کی شاخ بنو عامر سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ کی ولادت 589ء عیسوی مکہ میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب لُوی پر جا کر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے سے مل جاتا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے نانا قیس بن زید، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا ہاشم کے برادر نسبتی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد حضرت سکران بن عمروؓ سے ہوا تھا جو قدیم الاسلام صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے۔ اپنے خاوند کے ساتھ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئیں تھیں۔ دوسری ہجرت حبشہ میں اپنے شوہر حضرت سکران کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ حبشہ سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد آپ کے شوہر حضرت سکران انتقال کر گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور ساتھ رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے تقریباً گیارہ سال بعد مدینہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور آپ کی والدہ کا نام ام رومان زینب ہے۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ جبکہ القابات صدیقہ، حبیبۃ الرسول، طیبہ، حمیراء ہیں۔ آپ کی ولادت بعثت نبوی کے پانچویں سال ماہِ شوال المکرم مکہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب ہستیوں میں سے ہیں جن کے کان کفر وشرک کی منحوس آوازوں سے محفوظ رہے۔ تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف صرف حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں۔ چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح دس نبوی ماہ شوال میں ہوا، پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔ تین سال بعد مدینہ میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال تھی، ماہ شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورہ نور میں آپ کی پاک دامنی پر آیات نازل فرمائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ یہ اعزاز بھی آپ کے مقدر میں آیا کہ آپ کے بستر پر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے آخری ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی گزارے حتی کہ آپ کی گود میں سر مبارک رکھے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ کا اعزاز ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی طور پر بہت بڑا مقام ومرتبہ عطا فرمایا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس مسئلے میں بھی دشواری پیش آتی تھی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ ذخیرہ احادیث میں آپ رضی اللہ عنہا سے ''2210'' احادیث مروی ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے بعد تقریباً 48 سال حیات رہیں اور 17 رمضان المبارک 58 ہجری 67 برس کی عمر میں دار فانی سے کوچ فرمایا، سیدنا ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں ۔آپ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہے جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں ۔آپ بعثت نبوی سے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں ۔آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا ۔اپنے والدین اور شوہر کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں ۔شوہر کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی ۔حضرت خنیس غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے اور واپس آ کر مدینہ منورہ میں شہید ہو گئے تو عدت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریباً 60 احادیث مروی ہیں ۔دین کی سمجھ بوجھ میں بہت ملکہ رکھتی تھیں ۔دن کو روزہ رکھتی اور رات کو قیام کرتی ۔آپ نے شعبان 45 ہجری میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو ہلال سے تھا جو قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھی ۔آپ کی ولادت بعثت نبوی سے تقریباً ۱۳ سال پہلے ہوئی ۔آپ ''اُمّ المساکین'' کے لقب سے مشہور تھیں ، کیونکہ آپ بہت زیادہ سخی تھیں اور غرباء ومسکینوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانا کھلاتی تھیں ۔پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا ، جب وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 03 ہجری میں حضرت زینب سے نکاح فرمالیا ۔لیکن یہ حرم نبوی میں چند ماہ رہ کر ربیع الاول 04 ہجری میں انتقال فرما گئیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں ۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہی ایک بیوی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں انتقال فرمایا ۔بوقت انتقال آپ کی عمر 30 سال تھی ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ''ہند بنت سہیل'' ہے ، آپ قریش کے خاندان بنومخزوم سے تھیں ۔آپ کے والد محترم ابو امیہ سہیل بہت فیّاض تھے ، دوران سفر قافلے والوں کی کفالت خود کرتے تھے ۔آپ کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو آپ کے چچازاد بھائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے ۔ابتداء اسلام میں میاں بیوی دونوں مسلمان ہو گئے ۔دونوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی اور پھر واپس آ کر دوبارہ مدینہ کی طرف ہجرت کی ۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں زخمی ہو گئے اور

انہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی۔ان کی شہادت کے بعد شوال 04 ہجری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے حرم میں لے لیا۔آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تقریباً 52 برس زندہ رہیں اور 63 ہجری میں انتقال فرمایا۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی کنیت ام الحکیم تھی،آپ قریش کے خاندان بنو اسد سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ابتداءِ اسلام میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا،ایک سال تک دونوں ایک ساتھ رہے اور بعد میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔نکاح کے وقت ان کی عمر 38 سال تھی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ ہی نے انتقال فرمایا۔آپ کا انتقال 20 ہجری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔کتب احادیث میں ان سے صرف گیارہ احادیث منقول ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تھیں۔ان کا پہلا نام برہ تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جویریہ رکھا۔آپ کے والد حارث بن ابی ضرار قبیلے کے سردار تھے۔قبیلہ مصطلق جب فتح ہوا تو قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت جویریہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے حضرت جویریہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح فرمالیا۔آپ کے نکاح کرنے کی دیر تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی ہونے کی وجہ تھے تمام افراد کو آزاد کر دیا اور مال مویشی بھی واپس کر دیے۔آپ رضی اللہ عنہا نے ربیع الاول 50 ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن

ہیں۔آپ بعثت نبوی سے 17 سال قبل پیدا ہوئیں ۔ پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔اوران کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں اورحبشہ کی طرف ہجرت کی۔حبشہ جا کرعبیداللہ عیسائی ہوگیالیکن یہ اسلام پرقائم رہیں۔جب اس کا انتقال ہوگیاتورسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ کے پاس ان سے نکاح کا پیغام بھیجا۔شاہ حبشہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیااور چار ہزار دینار مہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا۔نکاح کے وقت آپ کی عمر 36 یا 37 سال تھی۔آپ نے 44 ہجری اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔آپ سے 65 روایات منقول ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نام زینب تھالیکن صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔آپ قبیلہ بنونضیر کے سردار حیّ بن اخطب کی بیٹی تھیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل دو نکاح کیے، پہلا سلام بن مشکم سے اس نے طلاق دے دی تو دوسرا نکاح کنانہ بن ابی لحیق سے کیا۔کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیااور خود قید ہوکر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرما کر نکاح کرلیا۔آپ کی رخصتی خیبر سے واپسی پر رستے میں ہی ہوئی اور لوگوں کے پاس جو کچھ میسر تھا جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی۔محاصرے کے ایام میں آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بہت خدمت کی۔آپ رضی اللہ عنہا نے رمضان 50 ہجری 60 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔آپ سے چند احادیث مروی ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ کی ولادت بعثت نبوی سے 18 سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔آپ کی پہلی شادی مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوئی تھی جوکسی وجہ سے علیحدگی میں بدل گئی اور دوسری شادی ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوئی تھی،ابورہم نے 07 ہجری میں وفات پائی تو 07 ہجری سفرِ عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آخری بیوی ہیں۔آپ نے 51 ہجری مقام سرف میں جہاں آپ کا نکاح ہوا تھا وہیں وفات پائی،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔آپ سے 46 احادیث منقول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اور بیٹیاں

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مملوکہ تھیں) کے بطن اطہر سے جنم لیا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے بیٹے ہیں جو بعثت نبوی سے قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اور ان کا نام قاسم رکھا گیا۔ اسی وجہ سے آپ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے زیادہ لمبی عمر نہیں پائی۔ آپ دو سال یا اس سے بھی کم عمر میں دارالبقا کی طرف کوچ کر گئے اور جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔ سیدہ خدیجہ کو ان کے انتقال پر بہت گہرا صدمہ تھا مگر اللہ کی قضا کے آگے کسی کا زور نہیں اور انہوں نے رضاء ربی سمجھتے ہوئے اس دکھ کو قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے صاحب زادے پیدا ہوئے تو ان کا نام ''عبداللہ'' رکھا گیا اور بعثت نبوی کے بعد پیدا ہونے کی وجہ سے ''طیب وطاہر'' لقب قرار پائے۔ یہ بھی زیادہ عرصہ حیات نہ رہے شیر خوارگی میں انتقال کر گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی انتقال کر گئے تو کفار میں یہ مشہور ہو گیا کہ ''یہ بے اولاد اور بے نام ونشان رہنے والا شخص ہے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضور کے تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے ''ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ سلام اللہ علیہا ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مملوکہ تھیں۔ آپ نے اپنے بیٹے کا نام اپنے جد امجد ''حضرت ابراہیم علیہ السلام'' کے نام پر ابراہیم رکھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بنونجار سے تعلق رکھنے والی صحابیہ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کو اپنی ازواج کے پاس لے جاتے اور ان کے

حوالے کر دیتے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تقریباً ڈیڑھ سال کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے ساتھ قلبی تعلق بہت گہرا ہو گیا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بیماری نے آلیا۔ ہر طرح سے علاج و معالجہ کیا گیا مگر سود مند نہ ہوا اور مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ بالآخر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں تھے کہ روح پرواز کر گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: ''آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم زبان سے وہی بات کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں بڑے دکھی ہیں۔'' حضرت ابراہیمؓ نے شوال 10 ہجری پیر کے دن انتقال فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپ بعثت نبوی سے تقریباً دس قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح اپنے خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائیں۔ آپ کے شوہر حضرت ابولعاص رضی اللہ عنہ نے 06 ہجری میں اسلام قبول کیا۔ شوہر کے قبول اسلام کے تھوڑا عرصہ بعد ہی حضرت زینب وفات پا گئیں۔ آپ کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ آپ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ انہوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد کسی سے شادی نہیں کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اتارا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک بیٹا علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں۔ بعثت نبوی سے تقریباً سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ پہلے انتساب نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا لیکن بعثت نبوی کے بعد جب ابولہب نے طلاق دلوا دی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بعد ازاں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوہ بدر کے ایام میں رمضان 02 ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں شریک ہونے کی وجہ سے جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن مدینہ واپسی پر سیدھے آپ کی قبر مبارک پر تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا جس نے آپ کی وفات کے بعد چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی ہیں۔آپ کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا لیکن رخصتی سے قبل ہی اس نے طلاق دے دی۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہا چھ برس تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں لیکن اولاد کوئی نہیں ہوئی۔آپ نے شعبان 09 ہجری میں وفات پائی۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام فاطمہ اور لقب زہرہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے یا بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے 02 ہجری میں ہوا اور غزوہ بدر کے بعد رخصتی ہوئی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی،شادی کے بعد آپ کی دوری برداشت نہ ہوسکی تو حضرت نعمان بن حارث رضی اللہ عنہ سے ایک مکان لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلا لیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بہت زیادہ اعزاز واکرام فرماتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود باپ ہونے کے کھڑے ہوکر بیٹی کا استقبال کرتے، پیشانی پر بوسہ دیتے اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد طیبات میں واحد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وفات پائی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جبکہ تین بیٹیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا،حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عطا فرمائیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے چھ ماہ بعد وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے

حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما

حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے نواسے ہیں جو آپ کی سب سے بڑی بیٹی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں، آپ کے والد گرامی کا نام ابوالعاص لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ تھا، آپ کا لقب ''سبط رسول'' تھا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے لیے جب مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو آپ کے یہ نواسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ فتح کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر بٹھایا اور انہوں نے کلہاڑی سے بتوں کو توڑا تھا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں اور بعض کے نزدیک جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے نواسے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے والدین مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے تھے وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی عمر ابھی 06 سال ہی تھی کہ ایک مرغ نے آپ کی آنکھ میں چونچ ماری جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے اور پھر جانبر نہ ہو سکے اور بالآخر جمادی الثانی 04 ہجری میں دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع دفن کیے گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ آپ کی ولادت رمضان 03 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حسن'' رکھا اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا اور سر کے بال اتارے گئے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ ہی کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔'' اور پھر آپ نے 41 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے نانا محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشنگوئی کو پورا فرما دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل کیے۔ آپ راہ خدا میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارک کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ آٹھ سال کے تھے۔ اپنی والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے لیکن اپنوں کی دشنام طرازیوں سے تنگ آ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور

گوشہ نشینی اختیار کرلی۔آپ رضی اللہ عنہ نے 49 یا 50 ہجری میں زہر کی وجہ سے شہادت پائی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے نواسے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں۔آپ کی ولادت شعبان 04 ہجری میں ہوئی۔آپ کا نام ''حسین'' آپ کے نانا محترم نے رکھا۔ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور سر کے بال اتروائے گئے اور سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی گئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے پاؤں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارک کے وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔آپ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔اپنے بھائی کی طرح آپ بھی بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے سالانہ وظیفہ قبول کرتے رہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے 10 محرم الحرام 61 ہجری میں میدان کربلا میں اپنے خاندان کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان دونوں (حسن و حسین) سے محبت رکھی اس نے یقیناً مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے یقیناً میرے ساتھ بغض رکھا۔(مسند احمد)

☆ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔(مسند احمد)

☆ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''حسن سر سے لے کر سینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور حسین اس سے نیچے کے جسمانی حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ (مسند احمد)

☆ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن اور حسین دوڑتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ اولاد بخل اور بزدلی کا باعث بن جاتی ہے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں

حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا

حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی نواسی ہیں۔ آپ حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہجرت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور کبھی کبھار آپ کو کندھوں پر اٹھا کر نماز ادا فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی خالہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ایک بیٹا محمد الاوسط پیدا ہوا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے مغیرہ بن نوفل سے نکاح کیا اور ان سے ایک بیٹا یحیٰ بن مغیرہ پیدا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے 66 ہجری میں انتقال فرمایا۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی اور سیدنا علی وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی بیٹی ہیں۔ آپ کی کنیت ام الحسن یا ام کلثوم ہے۔ آپ اپنے دونوں بھائیوں (حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ) کے بعد جمادی الاول 05 ہجری میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام زینب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا اور کھجور چبا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو گٹی دی اور فرمایا کہ یہ خدیجہ کی ہم شکل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال مبارک کے وقت حضرت زینب تقریباً 06 برس کی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے بھائیوں کی طرح فضل وکمال اور علم وحکمت سے مشرف تھیں۔ آپ کا نکاح اپنے چچازاد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا سانحہ کربلا میں اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ تھیں اور سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس وقت ہونے والے بدترین مظالم برداشت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے رجب 62 ہجری میں 57 سال کی عمر میں دمشق میں انتقال فرمایا۔

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی بیٹی اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری کی بہن تھیں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ آپ 06 ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فصاحت وبلاغت میں خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ سن شعور کو پہنچیں تو امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے 17 ہجری میں نکاح ہوا اور ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ بنت عمر پیدا ہوئیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے زید بن عمر نے ایک ہی دن وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات تو معلوم نہیں البتہ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

ہمارا نصب العین غلبہ اسلام استحکام پاکستان
رہنمائے کارکن
سوالاً جواباً
تنظیمی ہمسفر
اسوہ صحابہ کی روشنی میں
کارکن کے اوصاف
حافظ حبیب اللہ
ایم اے اسلامیات
ایم اے عربی
روشن ستارے
(سوالاً جواباً)
ناشر: ادارہ تخلیقات طلبہ
ادارہ تخلیقات طلبہ پاکستان